# عمران سیریز

## دیوانے قاتل

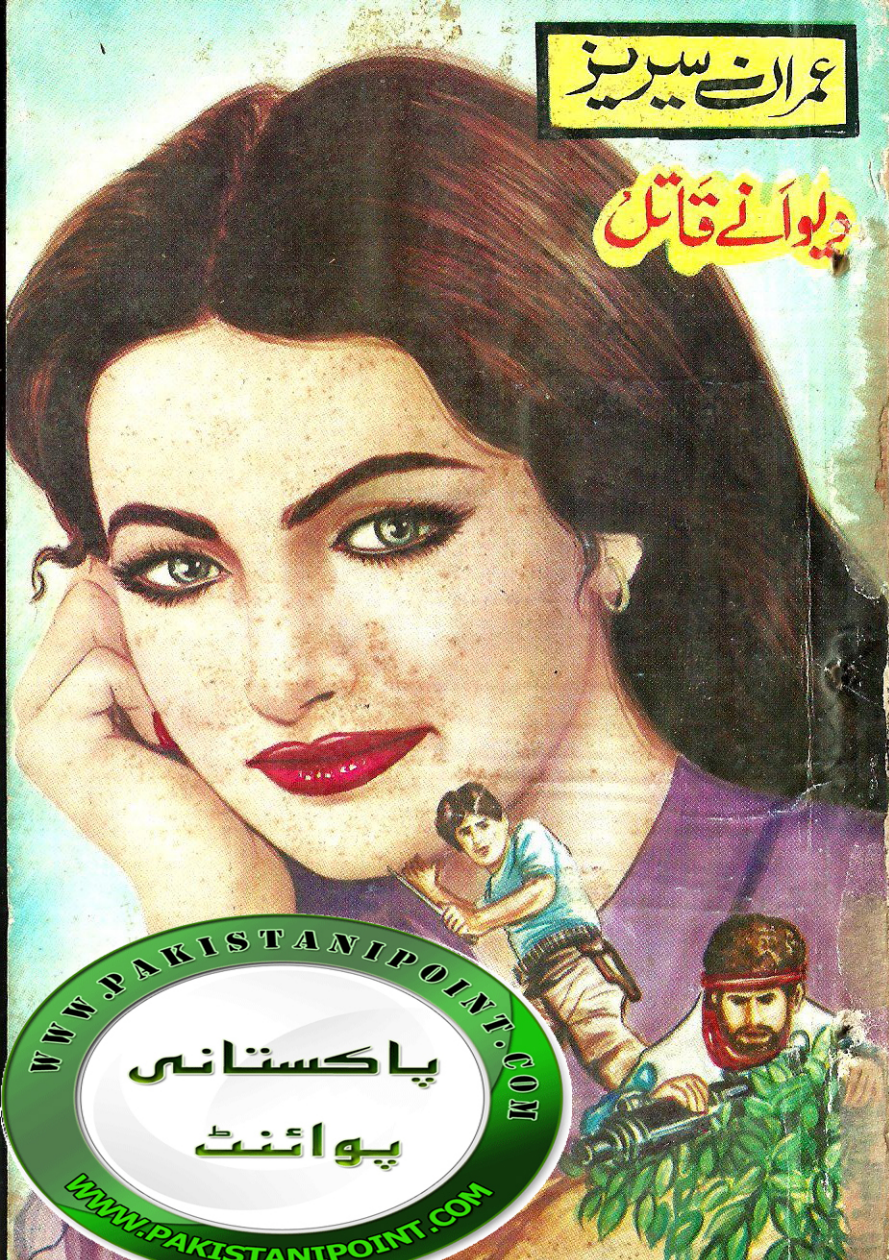

WWW.PAKISTANIPOINT.COM
پاکستانی
پوائنٹ
WWW.PAKISTANIPOINT.COM

عمران سیریز

سنسنی سسپنس اور ایکشن سے بھرپور ناول

# دیوانے قاتل

مصنفہ:-

نغمہ صفی

قیمت _____ 25/- روپے

ناشر

فکشن فیکٹری

لیاقت آباد - کراچی نمبر ۱۹

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

اس ناول کے جملہ حقوق بنام مصنف محفوظ ہیں
جزوی یا کلی کسی بھی طور پر منتقل کرنے پر وہ فلم پر لانے اسٹیج
یا ٹی وی ڈرامے میں استعمال کرنے پر یا کسی اور طریقے پر استعمال
کرنے کے لئے مصنف کی تحریری اجازت لینا ضروری
ہے ورنہ قانونی چارہ جوئی کی جائے گی۔ اور ہر جہ خرچہ کے ذمہ
دار ہونگے۔

---

اس ناول کے نام مقام کردار افراد واقعات اور تشبیہہ دی
جانیوالی چیزیں فرضی ہیں کسی سے مطابقت محض اتفاقیہ ہے
جس کے لئے مصنف پرنٹر پبلشر یا ادارہ ذمے دار نہیں۔

---

تمام امور میں استحقاق کا حق صرف کراچی صوبہ سندھ کی عدالتوں کو
حاصل ہوگا۔

---

فضلی سنز آفسٹ پریس کراچی میں چھپ کر شائع ہوئی۔

دو حصوں میں مکمل

حصہ اول ——— دیوانے قاتل

حصہ دوم . . . . . قاتل کی تلاش

ناشر

فکشن فیکٹری

لیاقت آباد۔ کراچی ۱۹

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

# پیش لفظ

یہ ناول عمران کے کارناموں
میں ایک نیا اضافہ ہے ایک
سنسنی خیز اور ایکشن سے بھرپور
کہانی، یہ اُن لوگوں کی کہانی ہے جن
کا دیوتا گم ہو گیا تھا۔ اور وہ اسے تلاش
کرنا چاہتے تھے۔ ہر قدم پہ سسپنس اور
ہر صفحہ پہ دِل دھڑکا دینے اور اعصاب میں
تناؤ پیدا کرنے والی سنسنی اور ایکشن موجود ہے۔
نغمہ صفی نے اپنے اس ناول میں بے پناہ محنت کی ہے
اور آپ کہانی پڑھتے ہوئے اُسے یقیناً محسوس کریں گے۔
یہ ناول ان لوگوں کے لئے درس عبرت ہے جو ہر معصوم لڑکی کو
ترنوالہ سمجھ کر ہضم کرنا چاہتے ہیں مگر نہیں جانتے کہ بعض نوالے
بدہضمی بھی پیدا کرتے ہیں۔ اور جان لیوا بھی ثابت ہوتے ہیں۔
ناول پڑھیئے اور دیکھئے کہ آپ کی پسندیدہ مصنفہ نغمہ صفی نے آپ کے
کیسی کہانی لکھی ہے رائے کا انتظار رہے گا۔

ادارہ

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

# سسپنس سسپنس اور ایکشن سے بھرپور

## عمران سیریز کے نئے ناول

| | | | |
|---|---|---|---|
| مصنفہ:- | لغمہ صفی | فریبی قاتل مکمل ناول | ۱۱-۰۰ |
| چوتھا شکار مکمل ناول | ۷-۵۰ | گرگٹا کا ہنگامہ " " | ۱۳-۰۰ |
| سی این سی " " | ۷-۵۰ | زرد پوش شیطان " " | ۱۴-۰۰ |
| بلیک چارلی " " | ۷-۵۰ | ہیروں کا ہنگامہ " " | ۱۵-۰۰ |
| ڈیتھ آف باڈل " " | ۷-۵۰ | دیوانے قاتل حصہ اول | ۱۰-۰۰ |
| پراسرار خودکشی " " | ۷-۵۰ | " " حصہ دوم | ۱۰-۰۰ |
| آخری فائر " " | ۷-۵۰ | | |
| چور سیکر " " | ۷-۵۰ | | |
| کرمینل آف ڈیزرٹ " " | ۷-۵۰ | | |
| برف کی قبر " " | ۷-۵۰ | | |
| عفریت | ۱۰-۰۰ | | |
| برادر کلب حصہ اول | ۶-۵۰ | | |
| کلب کا ہنگامہ حصہ دوم | ۶-۵۰ | | |
| عنڈھ ٹکیں حصہ اول | ۶-۵۰ | | |
| گینگ لیڈر حصہ دوم | ۶-۵۰ | | |
| قاتل کون مکمل ناول | ۷-۵۰ | | |
| اسمگلر درندہ حصہ اول | ۱۵-۰۰ | | |
| پراسرار ایڈونچر حصہ اول | ۱۰-۰۰ | | |
| اچھی بجاری حصہ دوم | ۹-۰۰ | | |
| انتقام کی آگ حصہ اول | ۷-۵۰ | | |
| ناچتے شعلے حصہ دوم | ۷-۵۰ | | |

| | |
|---|---|
| مصنف:- ایم اے راحت:- عمران سیریز | |
| لاوفنگ ڈیتھ مکمل ناول | ۹-۰۰ |
| سیاہ چیتے دو ناول حصہ اول | ۱۵-۰۰ |
| خوف کے سائے حصہ دوم | ۹-۰۰ |
| آخری شکار دو ناول حصہ سوم | ۱۵-۰۰ |
| رنگین سائے اول دوم | ۱۳-۰۰ |
| فولادی شیطان - زیر طبع | - - - |

| | |
|---|---|
| مصنف:- ابن کلیم:- عمران سیریز | |
| آتشی طشتری مکمل ناول | ۶-۵۰ |
| سنگرال | ۶-۵۰ |
| پہاڑوں کا مسافر | ۶-۵۰ |
| صحرائی دشمن حصہ اول | ۷-۰۰ |
| دشمن صحرا حصہ دوم | ۶-۵۰ |

آج ہی طلب کیجئے

# ایوب اکیڈمی

پوسٹ بکس نمبر ۲۶۳۳ لیاقت آباد کراچی ۱۹

ایس قریشی کے اور سامنے کے صفحے پر دیئے گئے سارے
ناولز اب
کراچی بکڈپو۔ ۴۸۔ اردو بازار کراچی سے مل سکتے ہیں۔

رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔

بنجر اور ویران پہاڑوں کے حصار میں گھری ہوئی اس چھوٹی سی بستی کے مکین اپنے اپنے گھروں میں مدہوشی کی نیند سو رہے تھے۔

چودھویں رات کے چاند کی کرنوں میں نہائی ہوئی اس بستی کے مکان دیکھکر یہ اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا تھا کہ مہذب دنیا کی حدود سے سینکڑوں میل دور بنجر اور بے آب و گیاہ پہاڑوں میں گھری ہوئی اس بستی میں رہنے والے دنیا کی تہذیب سے بالکل ہی ناآشنا نہیں ہیں۔

اس بستی میں کچھ عمارتیں ایسی تھیں جنہیں گھاس پھونس کے جھونپڑے ہی کہا جاسکتا تھا۔

لیکن اکثر عمارتیں جدید دنیا کے تعمیراتی اصولوں پر پتھروں کے بلاک کاٹ کاٹ کر تعمیر کی گئی تھیں۔

ان میں اگرچہ صفائی اور خوب صورتی نہیں تھی لیکن یہ کہا جاسکتا تھا کہ معماروں نے انہیں خوبصورت بنانے سے زیادہ ان کی مضبوطی پر توجہ دی

تھی۔

بستی کے عین وسط میں ایک بہت بڑی عمارت تھی۔ یہ عمارت گول تھی۔ اس کا طرزِ تعمیر بھی بستی کی دوسری عمارتوں سے جُدا گانہ تھا اور مضبوطی کے علاوہ اس کی خوبصورتی پر بھی خاص توجہ دی گئی تھی۔

یہ عالیشان عمارت سطحِ زمین سے تقریباً بیس فٹ بلند ایک چبوترے پر تعمیر تھی۔ اس عمارت کے چاروں اطراف چار بڑے بڑے محرابی دروازے تھے۔ شاہ بلوط کی لکڑی کے بنے ہُوئے ان دروازوں پر نقش و نگار کندہ تھے۔

چبوترے پر پہنچنے کے لئے چاروں طرف پتھروں کی سیڑھیاں بنی ہُوئی تھیں۔ ہر سیڑھی ایک فٹ بلند اور تقریباً تین فٹ چوڑی تھی۔

چاند کی منقرئی کرنوں میں عمارت کی بیرونی خوبصورتی دیکھنے والوں کو متاثر کر دیتی تھی۔

عمارت میں استعمال ہونے والے پتھروں پر بھی نقش و نگار اور عجیب و غریب تصویریں کندہ تھیں۔

ہر دروازے کے سامنے سیڑھیوں سے لیکر پچاس گز تک پتھروں کے سہارے ایک طویل برآمدہ بنا ہوا تھا۔

عمارت کی گول چھت پر سفید رنگ میں سورج کا نقش بنا ہُوا تھا جس میں کرنیں پھوٹ رہی تھی۔ اس عمارت کو بنانے میں نجانے کونسا مصالحہ استعمال کیا گیا تھا کہ چاند کی روشنی میں بھی چمک رہا تھا۔

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

عمارت کے محرابی دروازوں پر کبھی پھوٹتی ہوئی کرنوں کے ساتھ سورج کے نقش بنے ہوئے تھے۔ اس عمارت کے چاروں طرف دروازوں کے سامنے ایک ایک محافظ ٹہل رہا تھا۔

وہ چاروں تانبے کی رنگت کے مالک تھے اور انہیں اس حد تک مہذّب کہا جاسکتا تھا کہ ان کے جسموں کے زیریں حصّوں پر کسی جانور کی کھال کے لنگوٹ بندھے ہوئے تھے۔

وہ چاروں نہایت مستعدی سے اپنا فرض انجام دے رہے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں لمبے لمبے نیزے تھے وہ جب نیزوں کو حرکت دیتے تو ان کی انی چاند کی روشنی میں چمک اٹھتی۔ اس عمارت کے مغربی حصّے میں قدرے تاریکی تھی کیونکہ چاند اب مشرقی اُفق پر جھک رہا تھا اور عمارت کا سایہ اس طرف چند گز کے فاصلے تک تاریکی پھیلائے ہوئے تھا۔

اس طرف کا محافظ دروازے کے سامنے کھڑا شاید تھک گیا تھا۔ کیونکہ اب وہ محرابی دروازے کے ساتھ عمارت کی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ چکا تھا۔

اسے بیٹھے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ نیند اس پر غلبہ پانے لگی اور اس کی پلکیں جھکنے لگیں۔

ٹھیک اسی وقت دروازے کے سامنے طویل برآمدے کے آخری سرے پر ایک انسانی سایہ نمودار ہوا۔ وہ چند لمحوں تک ایک ستون کی آڑ میں کھڑا اس طرف دیکھتا رہا۔

پھر، برآمدے کے پتھریلے فرش پر سینے کے بل لیٹ گیا۔ اور سانپ کی سی تیزی کے ساتھ سیڑھیوں کی طرف رینگنے لگا۔

وہ بھی اسی قبیل کا ایک فرد تھا۔ اس کا تمام جسم برہنہ تھا صرف زیریں حصّے پر کسی کی کھال کا مختصر سا لنگوٹ لپٹا ہُوا تھا۔ وہ تیزی کے ساتھ سیڑھیوں کی طرف رینگ رہا تھا۔

اس کے ایک ہاتھ میں تیز دھار کا خنجر تھا اور دوسرے ہاتھ کی مٹھی میں دو چھوٹے پتھر دبے ہُوئے تھے۔

وہ سانپ کی سی تیزی کے ساتھ برآمدے میں رینگتا ہوا سیڑھیوں کے قریب پہنچ گیا۔

ایک لمحہ کیلئے دروازے کے قریب بیٹھے ہُوئے محافظ کی طرف دیکھا پھر لیٹے ہی لیٹے سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

اگر محافظ اس طرف دیکھ بھی لیتا تو شاید اُسے سیڑھیوں پر رینگتا ہوا وہ انسانی سایہ نظر نہ آسکتا کیونکہ سیڑھیوں کی بلندی اُسے چھپائے ہُوئے تھی۔

سیڑھیاں طے کرنے کے ساتھ ساتھ وہ بائیں طرف بھی سرکتا جا رہا تھا۔

اس طرح وہ محافظ کی سیدھ میں جانے کی بجائے قدرے بائیں جانب ہٹتا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ آخری سیڑھی کے قریب پہنچکر وہ رک گیا۔

اس نے سر اُٹھا کر محافظ کی طرف دیکھا جو دروازے کے قریب دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے اونگھ رہا تھا۔

وہ چند لمحے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا ایک

پتھر محافظ کے دائیں طرف سیڑھیوں پر اچھال دیا۔

پتھر گرنے کی آواز سُن کر دروازے کے قریب بیٹھا ہوا محافظ گڑبڑا کر اُٹھ گیا اور نیزا سنبھالے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس طرف دیکھنے لگا جس طرف سے آواز اُبھری تھی۔ لیکن اسے کچھ بھی نظر نہ آیا۔

چند لمحوں بعد سیڑھیوں پر لیٹے ہوئے آدمی نے ہاتھ میں پکڑا ہوا دوسرا پتھر بھی پوری قوت سے اس طرف اچھال دیا۔

اس بار محافظ اپنی جگہ پر کھڑا نہ رہ سکا۔ وہ نیزہ سنبھالے تحقیقِ حال کیلئے تیزی سے اس طرف سیڑھیوں سے نیچے اترنے لگا۔

محافظ جیسے ہی اپنی جگہ سے ہٹ کر سیڑھیوں کی طرف بڑھا وہاں لیٹا ہوا وہ آدمی سانپ کی سی تیزی کے ساتھ آخری سیڑھی عبور کر کے محرابی دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔

چند لمحوں بعد ہی وہ دروازے کے قریب پہنچ چکا تھا۔ دروازے کے قریب پہنچکر وہ رک گیا۔ اور خنجر کو دائیں ہاتھ سے پکڑ کر بائیں ہاتھ سے دروازے کی چوکھٹ کے قریب فرش پر کچھ ٹٹولنے لگا۔

اس کا ہاتھ ایک اُبھری ہوئی لکڑی سے ٹکرایا وہ اس لکڑی کو جو کھونٹے کی طرح فرش میں گڑھی ہوئی تھی اپنی طرف کھینچنے لگا۔

وہ پوری قوت صرف کر رہا تھا۔ لکڑی آہستہ آہستہ اس کی طرف کھنچتی گئی اور اس کے ساتھ ہی بلند محرابی دروازہ کھلتا گیا۔

جب دروازہ اس قدر کھل گیا کہ ایک آدمی باسانی اس میں داخل

ہو سکے تو اس نے کھونٹا نما لکڑی کو چھوڑ دیا اور رینگتا ہوا اندر داخل ہو گیا

اندر داخل ہونے کے بعد اس نے دروازہ بند نہیں کیا بلکہ اچھل کر دروازے کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔

خنجر اس نے دائیں ہاتھ میں پکڑ لیا اور دروازے کی اوٹ سے جھانک کر باہر دیکھنے لگا۔

محافظ، آخری سیڑھی تک گھوم آیا۔ وہ چاروں طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا رہا لیکن اُسے کچھ بھی نظر نہ آیا۔ تب وہ ان آوازوں کو اپنا وہم سمجھ کر واپس لوٹ گیا۔

سیڑھیاں طے کر کے وہ جیسے ہی چبوترے پر پہنچا اس کی نظر دروازے کی طرف اُٹھ گئی۔ جو تھوڑا سا کھلا ہوا تھا۔

دروازہ کھلا دیکھ کر وہ بُری طرح چونک گیا اور تیزی سے آگے بڑھا۔ دروازے کے سامنے پہنچکر وہ ایک لمحہ کیلئے رکا لیکن اس نے زیادہ دیر تک سوچنے کی زحمت گوارہ نہیں کی اور نیزہ سنبھالے کھلے ہوئے دروازے کے اندر داخل ہو گیا۔

وہ جیسے ہی اندر داخل ہو کر دو قدم آگے بڑھا دروازے کے پیچھے کھڑے ہوئے آدمی نے اس پر چھلانگ لگا دی۔

اس نے ایک ہاتھ سے محافظ کا منہ سختی کے ساتھ دبا لیا اور دوسرے ہاتھ سے اس کے سینے پر پے در پے خنجر کے وار کرنے لگا۔

محافظ اس اچانک افتاد کیلئے تیار نہیں تھا۔ اس کے منہ سے کوئی

آواز بھی نہ نکل سکی۔

اس کے ہاتھ میں پکڑا ہوا نیزہ بھی چھوٹ کر نیچے گر گیا۔ سینے سے خون کے فوارے چھوٹنے لگے۔ وہ بُری طرح ہاتھ پیر مار رہا تھا۔ لیکن۔ حملہ آور نے اُسے اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک کہ وہ بالکل بے حس و حرکت نہ ہو گیا اس نے نہایت آہستگی کے ساتھ خون آلود لاش کو زمین پر ڈال دیا۔ اور دروازے کے اندرونی سمت چوکھٹ کے قریب ہی فرش پر لکڑی کی ایک کھونٹی کو ہاتھ کے زور سے دوسری طرف دھکیلنے لگا۔ جیسے جیسے کھونٹی مخالف سمت جا رہی تھی دروازہ بند ہو رہا تھا۔ دروازہ بند کرنے کے بعد وہ شخص اٹھ کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ یہ ایک بہت بڑا ہال تھا۔ جسے عبادت گاہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔

اس عبادت گاہ کے مشرقی سمت ایک چھوٹا سا بلند چبوترا بنا ہوا تھا اور اس چبوترے پر ایک بہت بڑا سنہرے رنگ کا بُت رکھا ہُوا تھا۔ اس بُت کے نقوش مردانہ ہی تھے اور سر پہ نوکدار کرنوں کا تاج رکھا ہُوا تھا۔ بُت کے دونوں طرف شمعدان روشن تھے۔ شمعوں کی زرد روشنی میں سنہرے رنگ کا بُت چمک رہا تھا۔ اس کے تاج کی کرنیں اس طرح چمک رہی تھیں جیسے طلوعِ آفتاب سے سنہری شعاعیں پھوٹ رہی ہوں۔

بُت والے چبوترے کے ساتھ ہی ایک اور چبوترا بھی تھا جو بلندی میں اس سے کم تھا۔

اس چبوترے پر چیتے کی کھال بچھی ہوئی تھی۔ اور اس کھال کے

اوپر کسی جانور یا شاید انسان کی دو لمبی ہڈیاں رکھی ہوتی تھیں اس کے علاوہ اس عبادت گاہ میں اور کچھ نہیں تھا۔

وہ شخص جس نے محافظ کو ختم کر دیا تھا تیزی سے چلتا ہوا بُت والے چبوترے کے قریب پہنچ گیا اور چمکتی ہوئی نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔ بُت کا مجسمہ ناف تک بنا ہوا تھا۔ نچلا حصہ غلیظ تھا۔ وہ شخص چند لمحوں تک چبوترے کے قریب کھڑا بُت کی طرف دیکھتا رہا۔

پھر اس نے خون آلود خنجر دوسرے چبوترے پر ہڈیوں کے قریب رکھ دیا۔ اور اچھل کر چبوترے پر چڑھ گیا۔ پہلے اس نے بُت کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اُسے ہلا دیا۔

بُت خاصہ وزنی تھا۔ وہ آہستہ آہستہ سرکتا ہوا چبوترے کے کنارے پر لے آیا۔ پھر آہستگی کے ساتھ نیچے کود گیا اور بُت کو اپنے کندھے پر لاد کر تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا۔

سنہرے رنگ کا سورج دیوتا کا یہ بُت ٹھوس سونے کا بنا ہوا تھا۔ اور اس کا وزن کم از کم ڈیڑھ من کے قریب تھا۔ دروازے کے قریب پہنچکر اس نے بُت کو آہستگی کے ساتھ فرش پر رکھ دیا۔

پھر گھونٹے کو کھینچ کر دروازہ کھولا۔ پہلے باہر جھانک کر دیکھا اس کے بعد اس نے بمشکل وزنی بُت کو کندھے پر اُٹھایا اور محافظ کی لاش پر نگاہ ڈالتا ہوا باہر نکل گیا۔

باہر آکر اس نے پیر کی ٹھوکر کی مدد سے گھونٹے کو مخالف سمت

دبا کر دروازہ بند کر دیا۔

چند لمحوں تک اِدھر اُدھر دیکھا پھر وزنی بُت کو کندھے پر سنبھالے تیزی سے چبوترے کی سیڑھیاں اترنے لگا۔

سیڑھیاں عبور کر کے وہ برآمدے میں پہنچ گیا اور طویل برآمدہ اس نے چند ہی منٹ میں عبور کر لیا۔ برآمدے کے اختتام پر پہنچکر وہ رک گیا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔

پھر اس کے منہ سے ایک عجیب سی آواز نکلی۔ یہ آواز اس قدر بلند بھی نہیں تھی کہ زیادہ دور تک پھیل سکے۔ اس کے حلق سے آواز نکلنے کے چند ہی لمحوں بعد ایک طرف سے ایک سایہ نکل کر وہاں پہنچ گیا۔

"اوہو، جبلہ، کیا تم سورج دیوتا کا مجسمہ لے آئے؟" چند قدم کے فاصلے پر اس شخص کی سرگوشی اُبھری۔

"ہاں۔ جلدی آؤ۔ یہ بہت وزنی ہے۔ میں زیادہ دیر تک اس کا بوجھ برداشت نہیں کر سکوں گا۔" جبلہ نے جواب دیا۔

دوسرا شخص جلدی سے بڑھ کر اس کے قریب آگیا۔ اس نے جبلہ کے کندھے سے سورج دیوتا کا مجسمہ اپنے کندھے پر منتقل کر لیا اور دونوں تیزی سے آگے بڑھنے لگے۔ یہ بستی کا راستہ تھا۔ جس طرف وہ جا رہے تھے اس راستے کے دونوں طرف پختہ و نیم پختہ عمارتیں بنی ہوئی تھیں۔

وہ دونوں اس راستے پر تیزی سے آگے بڑھتے رہے۔ ان کے قدموں کی ذرا سی آواز بھی نہیں اُبھر رہی تھی۔

کچھ دور تک جانے کے بعد وہ بائیں طرف ایک اور راستے پر گھوم گئے اس راستے کے دونوں طرف بھی عمارتیں بنی ہوئی تھیں۔ لیکن عمارتوں کا یہ سلسلہ زیادہ طویل نہیں تھا۔ تقریباً ایک فرلانگ کے بعد عمارتوں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

یہ بستی کا آخری حصہ تھا۔ اس سے آگے ایک وسیع پتھریلا میدان پھیلا ہوا تھا۔

وہ دونوں اب اس پتھریلے میدان میں آگے بڑھ رہے تھے۔ اب ان کی رفتار پہلے سے کہیں زیادہ تیز ہو گئی تھی۔

یہ میدان تقریباً ایک میل تک پھیلا ہوا تھا۔ اس کے اختتام پر ایک چھوٹی سی پہاڑی تھی۔

اور اس پہاڑی کے پیچھے تو چھوٹی بڑی پہاڑی کا ایک وسیع سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ پہاڑی کے دامن میں پہنچکر سورج دیوتا کا مجسمہ اس شخص نے لیکر اپنے کندھے پر لاد لیا۔ پہاڑی پر چڑھتے ہوئے بھی ان کی رفتار میں کمی نہیں آئی تھی۔

وہ اسی رفتار سے آگے بڑھتے رہے۔ اس سے بھی یہی اندازہ قائم کیا جا سکتا تھا کہ یہ راستہ ان کا دیکھا بھالا ہے اور رات کا اندھیرا بھی ان کی راہ میں حائل نہیں ہو سکا

یہ پہاڑی دو ڈھائی سو فٹ بلند تھی۔ پہاڑی کی چوٹی پر پہنچکر چند لمحوں کے لئے رکے اور ادھر اُدھر دیکھنے کے بعد دوبارہ آگے بڑھنے لگے۔

آگے بھی چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ وہ ان پہاڑیوں پر چڑھتے اُترتے رہے۔

کہیں کہیں سانس لینے کو صرف چند لمحوں کے لئے ہی رکتے تھے۔ اس وقت دن کا ملگجا سا اجالا پھیل رہا تھا جب وہ بستی سے تقریباً چھ میل دور چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں میں گھرے ہوئے ایک طویل و عریض میدان میں پہنچ گئے۔ یہ میدان بالکل ہموار اور سپاٹ تھا لگتا تھا جیسے اُسے انسانی ہاتھوں نے ہموار کیا ہو۔

لیکن اس میدان کے سپاٹ پن میں انسانی ہاتھوں کا دخل نہیں تھا۔ اس وقت سورج دیوتا کا مجسمہ جبلہ کے کندھے پر تھا۔ اس نے اپنے دوسرے ساتھی کی مدد سے مجسمہ کو اتار کر زمین پر رکھ دیا۔ اور ایک ہاتھ سے اپنا کندھا دبانے لگا۔

"جلیبو۔ تم خشک لکڑیاں جمع کرلو۔ میرا تو کندھا بہت سخت درد کر رہا ہے۔" جبلہ نے کندھا دباتے ہوئے کہا۔

اس کا ساتھی اِدھر اُدھر بکھری ہوئی خشک جھاڑیاں ایک جگہ جمع کرنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد جبلہ بھی اُٹھ کر اس کے کام میں شریک ہوگیا۔ آدھے گھنٹے میں انہوں نے لکڑیوں کا ایک بہت بڑا ڈھیر جمع کرلیا۔

دن کی روشنی اچھی خاصی پھیل چکی تھی اور وہ دونوں مشرقی اُفق کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جہاں گزرنے والے ہر لمحے کے ساتھ سُرخی پھیلتی جا

رہی تھی ۔ چند منٹ بعد اُفقِ مشرق سے سورج نے سر اُبھارا ۔

سورج کے طلوع ہوتے ہی چاروں طرف سنہری دھوپ پھیل گئی دھوپ کی کرنیں جیسے ہی سونے کے بت سے ٹکرائیں اس سے بھی اس طرح روشنی کی کرنیں پھوٹنے لگیں جیسے سورج طلوع ہو رہا ہو۔

وہ دونوں تھوڑی دیر تک ایک دوسری کی طرف دیکھتے رہے ۔ پھر ان کی نظریں مشرقی افق کی طرف اُٹھ گئیں ۔

کبھی کبھی وہ پیچھے مڑ کر پہاڑیوں کی طرف دیکھ لیتے جس طرف سے وہ لوگ آئے تھے ۔

انہیں اس بات کا بھی خدشہ تھا کہ اگر سورج دیوتا کی چوری کا پتہ چل گیا اور انہوں نے چاروں طرف پھیل کر چور کی تلاش شروع کر دی تو وہ پکڑے جائیں گے ۔

سورج سوا نیزے پر آگیا ۔ دھوپ اب تیز ہو گئی تھی ۔ وہ دونوں اپنی قوتِ سماعت کا بھرپور استعمال کر کے کسی قسم کی آواز سننا چاہتے تھے ۔

تقریباً پندرہ منٹ مزید گزر گئے ۔ وہ دونوں چونک کر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے ۔

فضا میں گڑگڑاہٹ کی ہلکی ہلکی آواز اُبھر رہی تھی ۔ یہ آواز کبھی قریب آجاتی اور کبھی دور ہو جاتی ۔ فضا میں اُبھرنے والی گڑگڑاہٹ کی ڈوبتی اُبھرتی یہ آواز کسی طیارے ہی کی ہو سکتی تھی ۔

جیسونے معنی خیز نگاہوں سے جبل کی طرف دیکھا پھر لنگوٹ میں

اڑ سے ہوئے دو چھوٹے چھوٹے پتھر نکال کر لکڑیوں کے ڈھیر کے قریب آگیا۔ لکڑیوں کے ڈھیر کے قریب رک کر اس نے جبلہ کی طرف دیکھا جبلہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس نے دونوں پتھروں کو ایک دوسرے پر رگڑنا شروع کر دیا۔

یہ حقاق پتھر تھے جن کے ٹکرانے سے ننھی ننھی چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں چند لمحوں کی کوشش کے بعد ہی خشک لکڑیوں نے آگ پکڑ لی۔ آگ چند لمحوں تک سلگتی رہی پھر یکدم بھڑک اٹھی۔

آگ کا بہت بڑا الاؤ روشن ہو گیا۔ شعلے اٹھنے لگے اور دھوئیں کی ایک موٹی لکیر آسمان کی طرف اٹھنے لگی۔ چند منٹ گزرنے کے بعد فضا میں گونجنے والی گڑگڑاہٹ کی آواز تیز ہو گئی۔

یہ آواز شمالی پہاڑیوں کی طرف سے آرہی تھی وہ دونوں الاؤ سے دور کھڑے ان پہاڑیوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔ دو چار منٹ مزید گزر گئے آواز اور بھی تیز ہو گئی۔

پھر کچھ ہی دیر بعد سفید رنگ کا ایک چھوٹا سا طیارہ شمالی پہاڑی کے عقب سے نکل کر سامنے آگیا۔ طیارے کا رُخ اسی طرف تھا۔ طیارے کو دیکھ کر ان دونوں کے چہروں پر رونق سی آگئی۔

وہ ایک سیسنا طیارہ تھا۔ ایک انجن والا سیسنا طیارہ گڑگڑاتا ہوا ان کے اوپر سے گزر گیا۔ یہ دونوں ہاتھ ہلا ہلا کر اشارہ کرنے لگے۔

طیارہ ایک لمبا چکر کاٹ کر دوبارہ شمالی پہاڑیوں کی طرف پہنچ گیا۔ شمالی پہاڑیوں میں پہنچ کر طیارے کا رُخ دوبارہ ان کی طرف ہو گیا۔

اس کا اگلا حصہ نیچے کی طرف جھک گیا تھا اور وہ بلندی کم کرتا ہوا میدان کی طرف آنے لگا۔ ان سے بہت دور طیارے کے پہیوں نے زمین چھولی اور وہ زمین پر ہچکولے کھاتا ہوا تیز رفتاری سے میدان میں دوڑنے لگا۔

میدان کے وسط میں آکر طیارے کی رفتار کم ہوگئی یہاں تک کہ وہ آگ کے الاؤ سے تقریباً سو گز کے فاصلے پر رک گیا۔ طیارہ رکتے ہی اس کا انجن بھی بند ہوگیا۔ کچھ دیر بعد جہاز کا دروازہ کھلا اور یکے بعد دیگرے تین آدمی دروازے سے نکل کر نیچے کود آئے۔ چہرے اور لباس سے وہ تینوں یورپ کے کسی ملک کے باشندے نظر آتے تھے۔

وہ تینوں طیارے سے اُتر کر ان کی طرف بڑھنے لگے ان میں سے ایک کے ہاتھ میں ٹامی گن بھی دبی ہوئی نظر آرہی تھی۔ انہیں دیکھ کر جبلہ اور جلیو بھی ان کی طرف بڑھنے لگے۔ کچھ ہی دور وہ آپس میں مل گئے جبلہ اور جلیو نے مسکرا کر ان کا استقبال کیا۔

"کیا تم سورج دیوتا کو لیے آئے ہو جبلہ" آنیوالوں میں سے ایک نے پوچھا۔

"ہاں مسٹر سپنسر! میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ تم بھی اپنا وعدہ پورا کرتے ہو یا نہیں۔" جبلہ نے جواب دیا۔

یقیناً۔ لیکن تمہیں مہذب دنیا کے کسی بھی شہر میں پہنچا دینے کے بعد ہماری ذمہ داری ختم ہو جائیگی۔"

"اور دوسرا وعدہ۔" جبلہ سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"وہ بھی پورا کیا جائے گا تمہیں اتنی دولت دیدی جائیگی کہ تم لوگ آسودگی

کے ساتھ اپنی زندگی بسر کرسکو گے۔ تمہیں زندگی میں کوئی دُکھ نہیں ہوگا۔" سپنسر نے مسکرا کر جواب دیا۔

جبلہ ابھی کوئی جواب بھی نہ دے پایا تھا کہ سپنسر کے ساتھ آنیوالے ایک آدمی کی نظر جبلہ اور جیبو کے عقب میں پہاڑوں کی طرف اُٹھ گئی۔

"اوہ۔ مسٹر سپنسر۔ اس پہاڑی پر بہت سے قبائلی دوڑتے آرہے ہیں کہیں ہمارے ساتھ دھوکہ تو نہیں کیا جارہا۔" وہ انگریزی میں چیخا۔

سپنسر اور دوسروں نے بھی اس طرف دیکھا اور چونک گئے۔ جبلہ اور جیبو کے چہروں کی رنگت ہی اڑ گئی۔ بیسیوں قبائلی چمکتے ہوئے نیزے سنبھالے بڑی تیزی کے ساتھ پہاڑی سے اُتر رہے تھے۔

وہ جبلہ کے قبیلے والے تھے اور ان سب سے آگے ان کا سردار تھا۔ وہ بلند آواز میں چیخ کر کچھ کہہ رہے تھے۔

"اوہ، غضب ہوگیا مسٹر سپنسر، جلدی سے سورج دیوتا کو اٹھا کر اپنی اڑنے والی مشین تک پہنچیئے۔ ان کے تیور بہت خطرناک نظر آرہے ہیں سردار کہہ رہا ہے کہ ہم میں سے کوئی بھی زندہ بچکر نہ جائے۔" جبلہ چیخا۔

وہ سب اس طرف دوڑے جہاں سورج دیوتا کا مجسمہ رکھا ہوا تھا۔

جبلہ ہی نے وہ مجسمہ اٹھالیا۔ اور وہ سب طیارے کی طرف دوڑنے لگے۔ قبائلی ان سے پانچ سو قدم کے فاصلے پر دوڑ رہے تھے۔ دوڑنے کے ساتھ ساتھ وہ ان کی طرف نیزے بھی پھینک رہے تھے۔ لیکن فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے نیزے آدھے راستہ ہی میں گر رہے تھے۔

وہ لوگ طیارے کے قریب پہنچ گئے۔ سپنسر کا ایک ساتھی سب سے پہلے طیارے میں سوار ہوا اور نہایت عجلت کے ساتھ کاک پٹ میں پائلٹ سیٹ پر بیٹھ کر انجن اسٹارٹ کر دیا۔

طیارے میں سوار ہونے والوں میں دوسرا نمبر سپنسر کا تھا۔ اس نے دوسروں کے ساتھ مل کر سورج دیوتا کے ٹھوس سونے کے بُت کو اوپر کھینچ لیا۔ اس کے بعد اس کا ٹامی گن بردار ساتھی اچھل کر طیارے کے دروازے پر چڑھ گیا۔ جیلہ اور اس کا ساتھی جیسے ہی طیارے میں چڑھنے لگے سپنسر کے ساتھی نے ٹامی گن کا رُخ ان کی طرف کر کے ٹریگر کھینچ لیا۔

فائرنگ کے ساتھ ہی ان دونوں کی چیخیں فضا میں گونجیں اور وہ نیچے گر کر تڑپنے لگے۔ سپنسر کے ساتھی نے اندر گھس کر فوراً ہی دروازہ بند کر لیا۔ طیارہ حرکت میں آگیا سامنے سے بھپرے ہوئے قبائلی نیزے لہراتے ہوئے دوڑے آرہے تھے۔ پائلٹ نے طیارے کا رُخ ذرا سا بدل لیا۔ طیارے کی رفتار تیز ہوتی گئی وہ سامنے سے آتے ہوئے قبائلیوں سے تقریباً پچاس قدم ہٹ کر تیزی کے ساتھ اچھلتا ہوا میدان میں دوڑنے لگا۔ اب اس کا رُخ آگ کے بھڑکتے ہوئے الاؤ کی طرف تھا جو دھوئیں کا سگنل دینے کیلئے جیلہ اور اس کے ساتھی نے روشن کیا تھا۔

طیارہ لمحہ بہ لمحہ آگ کے الاؤ کے قریب پہنچ رہا تھا اور سپنسر کے چہرے پر خوف کے سائے پھیل رہے تھے۔ ساتھ ہی وہ کبھی آگ کے الاؤ کے کبھی پائلٹ اور کبھی قبائلیوں کی طرف دیکھنے لگتا جنہوں نے یکایک

اپنا رُخ بدل لیا تھا۔

پائلٹ نے طیارے کی ناب پر ہاتھ رکھ لیا اور اُسے آہستہ آہستہ اپنی طرف کھینچنے لگا۔ طیارہ بدستور آگ کے الاؤ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ چند گز کا فاصلہ باقی تھا کہ طیارے کا اگلا حصّہ زمین سے اُٹھ گیا۔ اور جب طیارہ الاؤ کے قریب پہنچا تو وہ سطح زمین سے بیس فٹ اُوپر پہنچ چکا تھا۔ وہ تیز گڑگڑاہٹ کی آواز کے ساتھ الاؤ سے اُٹھنے والے دھوئیں کے بادل سے گزر گیا۔ اگر طیارہ چند فٹ نیچے ہوتا تو شعلوں کی لپیٹ میں آئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔

اتنی دیر میں قبائلی بھی الاؤ کے قریب پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے جب طیارے کو زمین کی سطح سے بلند ہوتے دیکھا تو سردار کے چیخنے پر نیزے طیارے کی طرف اچھال دیئے گئے۔

بیک وقت بیسیوں نیزے طیارے کی طرف لپکے لیکن طیارہ پلک جھپکنے کی دیر میں ان کی زد سے باہر نکل چکا تھا۔ تمام قبائلی لڑاکا عورتوں کی طرح ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر چیخ رہے تھے۔ شاید وہ طیارے والوں کو گالیاں دے رہے تھے۔

پھر وہ سب اپنے سردار کی معیت میں اس طرف بڑھنے لگے جہاں جیلہ اور جیبوں میدان میں پڑے تھے۔

لیکن ان کے پہنچنے سے پہلے ہی وہ دونوں ختم ہو چکے تھے۔ سردار نے نفرت بھری نظروں سے ان کی طرف دیکھا اور پھر حقارت کے ساتھ ان کی

لاشوں پر تھوک دیا۔

○

عجیب و غریب حلیئے کے وہ تینوں آدمی برج اسٹریٹ کے فٹ پاتھ پر آہستہ خرامی کے ساتھ چلے جا رہے تھے۔ اندازان کا بتا رہا تھا کہ یا تو وہ گھر سے نکلے ہی تفریح کے ارادے سے ہیں یا انہیں کہیں پہنچنے کی جلدی نہیں ہے ان تینوں کے چہروں کی رنگت تانبے کی سی تھی یا ان کی رنگت کو جلی ہوئی اس سرخ مٹی سے مثال دی جا سکتی تھی جو اینٹوں کا بھٹہ اکھاڑنے کے بعد نیچے سے برآمد ہوتی ہے۔ ان تینوں نے اگرچہ سوٹ پہن رکھے تھے لیکن انداز بتا رہا تھا کہ انہیں پہننے کا سلیقہ نہیں ہے۔

ان تینوں کے لباس شکنوں سے پُر تھے۔ سروں پر فلیٹ ہیٹ بھی تھے لیکن ان کے سنہرے بال کندھوں پر جھول رہے تھے۔ ان میں دو تو کسرتی جسم کے مالک اور جوان تھے اور تیسرا ادھیڑ عمر، لیکن اس کی صحت بھی قابلِ رشک تھی۔ قویٰ اعضا اس کے طاقتور ہونے کا اعلان کر رہے تھے۔

ان کے آس پاس سے گزرتے ہوئے لوگ حیرت انگیز نگاہوں سے انہیں دیکھ رہے تھے انہیں دیکھنے کے ساتھ ہی کسی کے ذہن میں جو سب سے پہلا خیال اُبھرتا تھا وہ یہ ہی تھا کہ ان تینوں کا تعلق میکسیکو یا کسی اور امریکی ریاست کے ریڈ انڈین قبیلے سے ہے۔

وہ تینوں، لوگوں کی نگاہوں سے بے نیاز فٹ پاتھ پر آہستہ خرامی سے چلے جا رہے تھے۔ حیرت کی بات تھی کہ وہ آپس میں کوئی گفتگو نہیں کر رہے تھے حالانکہ عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ جہاں دو تین آدمی بیٹھے ہوں یا ایک ساتھ چلے جا رہے ہوں وہ خاموش نہیں رہ سکتے۔

وہ تینوں ایک چوراہے سے دائیں طرف کینال اسٹریٹ پر مڑ گئے۔ اس سڑک پر بُرج اسٹریٹ کی نسبت زیادہ بھیڑ بھاڑ تھی۔

وہ کچھ دور تک اس سڑک پر چلتے رہے۔ پھر ایک درمیانے درجے کے ریسٹورنٹ میں داخل ہو گئے۔ ان کے ایک میز پر بیٹھنے کے چند ہی لمحوں بعد میلی سی وردی میں ملبوس ویٹر ان کے سر پر مسلط ہو گیا۔

"آرڈر پلیز" ویٹر سوالیہ انداز میں باری باری ان تینوں کی طرف دیکھنے لگا۔ دونوں جوان آدمی اپنے ادھیڑ عمر ساتھی کی طرف دیکھنے لگے۔ اس نے کسی عجیب سی زبان میں ان دونوں سے کوئی بات کی اور پھر ویٹر کی طرف رُخ کر کے اُسے بگڑی ہوئی انگریزی میں چائے اور کچھ کھانے کی چیزیں لانے کو کہا۔ ویٹر نے کچھ ہی دیر بعد ان کی میز پر چائے کے برتن اور ایک بڑی پلیٹ میں پیٹیس اور پیسٹری وغیرہ لا کر رکھ دی۔

"جاپان۔ چائے بناؤ۔" بوڑھے نے دائیں طرف بیٹھے ہوئے شخص سے مخاطب ہو کر کہا۔

وہ شخص جسے جاپان کہہ کر مخاطب کیا گیا تھا چائے کے برتن اپنی طرف سرکا کر تینوں کپوں میں چائے بنانے لگا۔ چائے بنانے کے بعد اس نے دو کپ

ان دونوں کے سامنے سرکا دیئے اور تیسرا اپنے سامنے رکھ لیا۔

چائے کے ساتھ وہ کھانے پینے کی چیزوں پر بھی ہاتھ صاف کرتے رہے چائے کے کپ تو بعد میں خالی ہوئے لیکن پلیٹ انہوں نے پہلے ہی صاف کر دی ویٹر چائے کے ساتھ ہی پانی کا بھرا ہوا جگ اور تین گلاس بھی رکھ گیا تھا۔ لیکن ان تینوں نے پانی نہیں پیا تھا۔ اب چائے پینے کے بعد ادھیڑ عمر شخص نے جگ اور گلاس اُٹھا کر اپنے سامنے رکھ لئے اور نیچے اوپر تین گلاس حلق میں انڈیل گیا۔ آس پاس کی میزوں پر بیٹھے ہوئے لوگ تعجب بھری نگاہوں سے ان کی طرف دیکھنے لگے۔

ویٹر نے برتن اٹھانے کے ساتھ ہی ایک پلیٹ میں بل ان کے سامنے لاکر رکھ دیا۔

"کیٹو۔ بل ادا کرو۔" اس مرتبہ بوڑھے نے دوسرے آدمی کو مخاطب کیا۔ کیٹو نے شکن آلود کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر پرس نکالا۔ یہ پرس ڈالروں سے بھرا ہوا تھا۔ ایک طرف مقامی کرنسی نوٹ بھی کافی تعداد میں موجود تھے اس نے دس دس کے دو نوٹ نکال کر پلیٹ میں رکھ دیئے۔

جب ویٹر پلیٹ اُٹھا کر چلا گیا تو وہ تینوں مدہم لہجے میں گفتگو کرنے لگے۔ کیٹو اپنے بوڑھے ساتھی کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

"ہوگو۔ ہمیں یہاں آئے ہوئے پندرہ روز ہو چکے ہیں۔ ہم شب و روز اپنی تلاش میں مصروف ہیں۔ لیکن ہمیں سورج دیوتا کا ابھی تک کوئی نشان نہیں ملا۔ کہیں ہم لوگ غلط جگہ پر تو اپنا وقت ضائع نہیں کر رہے۔"؟

"نہیں کیٹو۔ لیوش کی طرف سے ملنے والی اطلاع غلط نہیں ہو سکتی۔ کل لیوش بھی یہاں پہنچ رہا ہے۔ ہم کل تک اپنی تلاش جاری رکھیں گے لیوش کے آنے پر دوبارہ پروگرام بنایا جائے گا اور تلاش کا سلسلہ جاری رکھا جائیگا۔"

بوڑھے نے جواب دیا۔

"ہوگو، بکونی کو تم نے اس بڑے ہوٹل میں رہنے کی اجازت کیوں دیدی ہے جسے یہاں کے لوگ نائٹ کلب کہتے ہیں۔" اس مرتبہ جاپان بولا تھا۔

"وہ وہاں رہ کر بیکار ہی میں اپنا وقت ضائع نہیں کر رہی۔ وہ بھی سورج دیوتا کی تلاش ہی کے سلسلے میں ہمارے ساتھ آئی ہے اگر وہ نائٹ کلب میں اسی خوبرو نوجوان کے ساتھ رہنے لگی ہے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ وہ اپنے فرض سے غافل ہو چکی ہے۔"

"لیکن۔ میرا خیال ہے کہ وہ اس دبلے پتلے نوجوان کے ساتھ اپنا وقت برباد کر رہی ہے۔" جاپان کے لہجے میں ناگواری تھی۔

تنگ نظری سے مت سوچو جاپان، بکونی کیا کر رہی ہے۔ وہ بھی اچھی طرح سمجھتی ہے اور میں بھی۔" بوڑھے ہوگو کے لہجے میں بھی ناگواری تھی۔

جاپان کوئی جواب دینے کی بجائے خاموشی سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔

ہوگو یا کیٹو نے بھی بات کو مزید آگے بڑھانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ تینوں کچھ دیر تک خاموشی سے بیٹھے رہے پھر اُٹھ گئے۔ ہوٹل سے نکل کر وہ تقریباً ایک میل تک کینال اسٹریٹ پر ہی چلتے رہے پھر ایگل اسکوائر کی طرف گھوم گئے۔

شام ہو چلی تھی اور ایگل اسکوائر کا علاقہ یوں تو دن بھر لوگوں کی توجہ کا مرکز بنا رہتا تھا۔ لیکن شام کے اندھیرے کے ساتھ ہی جب یہاں کے نیون سائن روشن ہو جاتے اور ہر طرف رنگ و نور بکھر جاتا تو اس علاقے کی رونق میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا اور اس وقت کچھ یہ ہی کیفیت تھی۔

لیکن وہ تینوں بازار کی رونق، رنگ برنگی روشنیوں یا چاروں طرف بکھرے ہوئے حسن سے لطف اندوز ہونے کی بجائے خاموشی سے چلتے ہوئے ایک کشادہ گلی میں داخل ہو گئے۔

جہاں چند قدم کے فاصلے پر دائیں طرف ایک بڑے دروازے کے سامنے ہوٹل سٹی انٹرنیشنل کا بورڈ لگا ہوا تھا۔

وہ تینوں اس ہوٹل میں دروازے سے اندر داخل ہو گئے۔ سامنے ہی استقبالیہ کونٹر تھا۔

کونٹر پہ بیٹھی ہوئی خوب صورت لڑکی نے دلفریب مسکراہٹ کے ساتھ ان کی طرف دیکھا۔

لیکن وہ تینوں ہی اس طرف توجہ دیئے بغیر مختصر سی راہداری میں اوپر جانے والے زینوں کی طرف بڑھ گئے۔

ہوٹل کی عمارت پانچ منزلہ تھی۔ اور انہیں تیسری منزل پر کمرے ملے تھے۔ دو کمرے ساتھ ساتھ تھے۔ اور تیسرا ان کے سامنے تھا اور یہ تینوں کمرے راہداری کے تقریباً وسط میں تھے۔

اپنے کمروں کے سامنے پہنچکر ان تینوں نے بات کئے بغیر جیبوں

سے اپنے اپنے کمروں کی چابیاں نکالیں اور دروازے کھول کر اندر گھس گئے۔

اپنے کمرے میں پہنچکر بوڑھے ہوگر نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ اور کوٹ اُتار کر راستہ ہی میں ایک کرسی پر پھینک دیا۔ پلنگ کے قریب آکر اس نے پتلون بھی اُتار کر ایک طرف پھینک دی اور قمیض بھی اتار ڈالی اب اس کے جسم کے نچلے حصّے پر گھٹنوں تک ایک نیکر رہ گئی تھی۔

لباس اتارنے کے بعد اس نے اپنے آپ کو بڑا پُرسکون محسوس کیا۔

وہ جب تک لباس پہنے ہوئے تھا اپنے آپ کو شکنجے میں جکڑا ہُوا محسوس کرتا رہا تھا۔

لباس اتار کر وہ پلنگ پر لیٹ گیا۔ کچھ دیر تک وہ اسی طرح لیٹا پُرسوچ نگاہوں سے سامنے والی دیوار کو گھورتا رہا پھر اٹھ کر پلنگ سے نیچے اُتر آیا۔

اس نے پلنگ کے نیچے سے اپنا اٹیچی کیس کھینچ کر باہر نکالا اور اس میں کپڑوں کے نیچے ہاتھ ڈال کر کچھ ٹٹولنے لگا۔

کچھ دیر بعد اس کا ہاتھ باہر آگیا۔ ہاتھ میں میلے سے کپڑے میں کوئی چیز لپٹی ہُوئی تھی۔

اس نے کپڑا کھول دیا اس کے اندر سے ایک چھوٹا سا بُت کا مجسمہ نظر آیا۔ یہ مجسمہ سنہری چمکتی دھات کا بنا ہوا تھا اور یہ دھات سونے کے علاوہ اور کوئی نہیں تھی۔

مجسمہ کے سر پہ کرنوں کا تاج تھا اور کمرے میں جلنے والے بلب کی تیز روشنی میں اس تاج سے کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔

بوڑھے ہوگو نے مجسمہ کو نہایت احترام کے ساتھ میز کے اوپر رکھ دیا اور خود اس کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھ گیا۔

اس نے اپنے دونوں ہاتھ سامنے کی طرف پھیلا دیئے۔ اس کی نظریں اس چھوٹے سے طلائی مجسمہ پر جمی ہوئی تھی اور ہونٹ حرکت کر رہے تھے وہ مدھم لہجے میں کہہ رہا تھا۔:

" اے سورج دیوتا۔ بونگارو قبیلے کا بوڑھا سردار ہوگو جس کی رگوں میں اب بھی جوان خون گردش کر رہا ہے تیری روپہلی کرنوں کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ جب تک وہ تجھے تیرے مقدس معبد میں نہ پہنچا دے گا۔ تجھے تیری عزت نہ لوٹا دے گا اور جب تک تیرے دشمنوں کو خاک میں نہ لوٹا دیگا اس وقت تک چین سے نہ بیٹھے گا۔"

"اے سورج دیوتا، تیری سنہری کرنوں کی تقدیس کی قسم کہ جواہرات کی تاریکی میں بھٹکنے والے مسافروں کو صبح اپنی کرنوں سے راہ دکھاتی ہے۔ ہوگو سردار جب تک تیری کرنوں کی چمک کو نہ لوٹا دے گا اس وقت تک اس پر عورت حرام ہے۔"

" اے سورج دیوتا۔ بوڑھے ہوگو کی مدد کر۔" ہونٹ خاموش ہو گئے۔ بوڑھے ہوگو نے دونوں ہاتھ سمیٹ لئے اور سینے پر رکھ لئے اس طرح کہ سینے پر کراس بن گیا۔

اس کا دایاں ہاتھ بائیں کندھے پر تھا اور بایاں ہاتھ دائیں کندھے پر وہ دونوں ہاتھوں کو اس طرح رکھے سورج دیوتا کے مجسمہ کے سامنے سر

جھکائے بیٹھا رہا۔

دفعتاً دروازے پر دستک کی آواز سُن کر وہ بُری طرح چونک گیا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ جسم سے ہٹا لئے اور جلدی سے میز پہ رکھے ہوئے مجسمہ کو اٹھا کر اسی میلے کچیلے کپڑے میں لپیٹنے لگا۔ جس میں وہ پہلے لپٹا ہوا تھا۔

اسی دوران دروازے پر دستک کی آواز دوبارہ اُبھری اس مرتبہ آواز پہلے سے زیادہ بُلند تھی۔ ہوگو نے مجسمہ کو کپڑے میں لپیٹنے کے بعد اسے اٹیچی کیس میں تمام کپڑوں کے نیچے رکھ دیا اور پلنگ پر پڑی ہوئی پتلون اٹھا کر پہننے لگا۔

وہ ابھی پتلون کے بٹن لگا رہا تھا کہ تیسری مرتبہ دستک ہوئی وہ جلدی جلدی بٹن بند کرتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا۔

دروازے تک پہنچتے پہنچتے وہ پتلون کے بٹن بند کر چکا تھا اس نے ایک ہاتھ بڑھا کر دروازہ کھول دیا۔

دروازہ کھل گیا، سامنے دلکش نقوش کی مالک ایک انتہائی خوبصورت اور پُرشباب لڑکی کھڑی تھی۔ اس لڑکی کے چہرے کی رنگت بھی تانبے کی سی تھی۔ سر کے بال بھی سنہرے تھے جو اس کی پشت پہ لہرا رہے تھے۔

جسم پر سکرٹ اور بلاؤز تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ اس لباس میں وہ لڑکی بہت ہی خوبصورت لگ رہی تھی۔

"اوہ، بکوفی۔" بوڑھے ہوگو کے ہونٹوں سے ایک لمبا سانس نکل

گیا۔

" سردار ہوگو، راستہ دیدو، میرے ساتھ میرا دوست ہے اسے تم دنیا کا سب سے خوبصورت مرد کہہ سکتے ہو۔" بکونی مسکرائی۔

ہوگو نے پہلی مرتبہ اس کے ساتھ کھڑے ہوئے دبلے پتلے نوجوان کی طرف توجہ دی جو اس ملک کے باشندوں کا نمائندہ معلوم ہوتا تھا،

ہوگو دروازے سے ہٹ گیا۔

بکونی اور اس کے ساتھ ہیتی لڑکا اندر آگیا تو اس نے دوبارہ بند کر لیا۔ اور وہ تینوں کمرے میں آکر بیٹھ گئے۔ بکونی نے مجنوں کے نام سے اس لڑکے کا تعارف کروایا تھا اور حقیقت تو یہ تھی کہ یہ نام اس پر خوب سجتا تھا۔

" سردار ہوگو، مجنوں سورج دیوتا کی تلاش میں ہماری مدد کا خواہش مند ہے۔"

کچھ دیر بعد خوبصورت بکونی بوڑھے ہوگو کو مخاطب کر کے بولی۔:

" ہماری مدد۔" ہوگو الجھی ہوئی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

" ہاں سردار ہوگو۔ میں نے اس ملک میں اپنے آنے کا مقصد اسے بتا دیا ہے اس کا خیال ہے کہ اس قسم کی چیزیں نوادرات جمع کرنیوالوں کے پاس ہی آ سکتی ہیں۔ اور یہ وہ ایسے آدمیوں کو جانتا ہے جو نوادرات کی خرید و فروخت کا بزنس کرتے ہیں اس کا خیال ہے کہ ہم ان دونوں کے پاس جا کر سورج دیوتا کے متعلق معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔" بکونی نے بتایا۔

سردار ہوگو کی آنکھوں میں ایک تیز چمک اُبھر آئی وہ کچھ دیر تک مجنوں کو دیکھتا رہا پھر بولا۔:

"تو پھر، تمہیں اس وقت یہاں ہونے کی بجائے ان دو آدمیوں میں سے کسی ایک کے پاس ہونا چاہیئے تھا۔"

"لیکن۔ اس کا کہنا ہے کہ وہ دونوں ایک دوسرے شہر میں رہتے ہیں جو ریل کی دو دن کی مسافت پر واقعہ ہے۔" بکونی نے بتایا۔

"کیا وہاں تک اڑنے والے پرندے نہیں جاتے۔" ہوگو نے پوچھا۔

"جاتے ہیں۔ لیکن۔ اگر آپ یہ کہنا چاہتے ہیں معزز سردار" مجنوں اس کی طرف دیکھ کر پہلی مرتبہ بولا۔ "کہ ہم صبح جا کر شام کو واپس آجائیں تو یہ ممکن نہیں۔ ہمیں وہاں کم سے کم تین دن تک رہنا پڑے گا۔"

"ٹھیک ہے بکونی، تم اس مجنوں کے ساتھ ابھی چلی جاؤ۔ تین دن بعد لوٹ آنا۔ کل لیوش بھی آرہا ہے۔ اگر مجنوں کے ذریعے پتہ نہ چلا تو تمہارے واپس آنے کے بعد ہم کوئی دوسرا پروگرام بنائیں گے۔"

"ابھی تو ہم نہیں جا سکتے" مجنوں بولا۔

"کیوں نہیں جا سکتے۔؟"

"اڑنے والا پرندہ صبح گیارہ بجے جاتا ہے اس سے پہلے نہیں۔" مجنوں نے بتایا۔

"ٹھیک ہے۔ صبح گیارہ بجے چلے جانا۔"

"ٹھیک ہے سردار ہوگو۔ میں یہ ہی بتانے آئی تھی۔" بکونی کہتی ہوئی

اٹھ گئی۔

مجنوں بھی اس کے ساتھ ہی اُٹھ گیا اور سردار ہوگو سے ہاتھ ملا کر بکونی کے ساتھ کمرے سے باہر نکل آیا۔

ان کے جانیکے بعد سردار ہوگو ایک کرسی پر بیٹھ گیا اس کا ذہن بکونی کے ساتھ آنیوالے اس دبلے پتلے جوان کے متعلق ہی سوچ رہا تھا جس نے دیوتا کی تلاش میں ان کی مدد کرنے کا وعدہ کیا تھا۔

ویسے تو اس نے اس مہذّب دنیا کے متعلق بہت کچھ سُن رکھا تھا لیکن اس دبلے پتلے نوجوان کی آنکھوں میں اُسے کچھ عجیب سی چمک نظر آئی تھی۔

یہ چمک کسی مرد کی آنکھوں میں اس وقت اُبھرا کرتی ہے جب اپنے سامنے کسی حسین عورت کو دیکھکر اس کی نیت ڈانواڈول ہو رہی ہو۔

ان کی اپنی دنیا۔ اس مہذب دنیا سے قطعی مختلف تھی۔ وہاں سادگی تھی اپنائیت تھی ایک دوسرے کیلئے چاہت تھی اور انسانیت تھی۔ اسکے قبیلے کے افراد ایک دوسرے کے خون کے پیاسے نہ تھے۔ ان کے دِلوں میں کھوٹ نہ تھا۔ مکاری نہیں تھی۔ ذہن میں چالاکی اور عیاری کا مادّہ نہیں تھا۔ ان کا قبیلہ صدیوں سے ایک ہی جگہ آباد تھا وہ ایک کنبے کی طرح رہتے آئے تھے۔

سردار ہوگو کی عمر ساٹھ سال ہو چکی تھی اور اس عرصہ میں اسے یاد نہیں پڑتا تھا کہ اس کی زندگی میں قبیلے کے اندر کوئی ایسا واقعہ رونما ہوا ہو کہ ایک مرد کسی دوسرے کی عورت کو ورغلا کر لے گیا ہو۔

اس کے قبیلے کے بعض افراد طویل سفر کر کے مہذّب دنیا میں بھی آتے

جاتے رہے تھے بعض اوقات مہذب دُنیا کے کچھ مہم جو بھٹکتے ہُوئے ان کے قبیلے کی طرف بھی آنکلتے تھے۔

اور مہذب دُنیا کے رہنے والے اس قبیلے کے جاہل افراد کو سیدھا سادا سمجھکر طرح طرح سے انہیں لوٹنے کی کوشش کرتے تھے۔

ان کے قبیلے کی آس پاس کی پہاڑیوں میں سنہرے رنگ کی ایک دھات پائی جاتی تھی اور وہ جانتے تھے کہ مہذب دنیا میں اس سنہری دھات کی کیا قدر و قیمت ہے لیکن انہوں نے مہذب دنیا سے آنیوالوں کو اس سنہری دھات کی ہوا بھی نہیں لگنے دی تھی۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ——————

——————— اس طرح دھات کا پتہ چل جانے پر مہذب دنیا والے اپنی چالاکیوں عیاریوں اور دھاکے کے ساتھ انسان کو ہلاک کر ڈالنے والے ہتھیاروں سے ان پر قبضہ کرلیں گے،

ابھی تقریباً دو ماہ قبل ہی مہذب دنیا کے کچھ افراد اڑنے والے پرندے میں بیٹھکر ان کے قبیلے میں پہنچے تھے۔ ان کے ساتھ ایک عورت بھی تھی۔

ان لوگوں نے جبلہ اور جیبو کو اپنا دوست بنالیا۔ قبیلے میں قیام کے دوران انہوں نے معبد میں ٹھوس سنہری دھات سے بنا ہوا ان کے سورج دیوتا کا مجسمہ دیکھا تھا اور ان کی رال ٹپک پڑی تھی۔

کچھ روز قیام کرنے کے بعد وہ جبلہ اور جیبو کی مدد سے قبیلے کی ایک خوبصورت لڑکی کو اپنے ساتھ بھگا لے گئے تھے۔

اور اس کے بعد انہوں نے ان ہی دونوں کی مدد سے ان کے دیوتا کا

مجسمہ چوری کر لیا اور اب وہ لوگ اپنے دیوتا ہی کی تلاش میں بھٹک رہے تھے۔
نیویارک میں بھی ایک خوبرو مرد نے ان کے دیوتا کی تلاش میں مدد دینے کا بہانہ بنا کر بکونی کے ساتھ زیادتی کرنے کی کوشش کی تھی۔
لیکن بکونی اس مہذب دنیا کی لڑکیوں کی طرح نرم و نازک سی لڑکی تو نہیں تھی اس دنیا کی مکاریوں اور مہلک فضا سے دور پہاڑوں میں اس نے پرورش پائی تھی حسین ہونے کے ساتھ وہ بہادر اور طاقتور بھی تھی۔ اس نے اس خوبرو آدمی کو ہلاک کر ڈالا۔
اسی دوران انہیں اطلاع ملی کہ ایشیا کے بعض ممالک میں لوگ ان ہی کی طرح بتوں کی پوجا کرتے ہیں۔ انہیں یہ بھی پتہ چلا کہ وہاں انسانوں کے کچھ ایسے گروہ بھی ہیں جو سورج دیوتا کی پوجا کرتے ہیں چنانچہ وہ یہاں چلے آئے۔
ان کا ایک ساتھی مزید معلومات حاصل کرنے کیلئے نیویارک ہی میں رک گیا تھا اور وہ لوگ یہاں چلے آئے۔
یہاں آئے ہوئے انہیں کئی روز ہو چکے تھے لیکن ابھی تک وہ کسی ایسے گروہ کا پتہ نہیں چلا سکے تھے جو ان کی طرح سورج دیوتا کی پوجا کرتا ہو۔
اسی دوران یہ دبلا پتلا سا نوجوان ان سے آن ٹکرایا جو اپنا نام مجنوں بتاتا تھا اور جو سورج دیوتا کی تلاش میں ان کی مدد کرنے کا وعدہ کر رہا تھا اور بکونی کو اپنے ساتھ لیکر تین چار روز کیلئے کسی دوسرے شہر جانا چاہتا تھا۔ جہاں نوادرات جمع کرنے اور خرید و فروخت کرنیوالے کچھ آدمی موجود تھے۔
اور وہ نوادرات کی خرید و فروخت کرنے والے ان ہی آدمیوں سے

ان کے سورج دیوتا کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔
لیکن بوڑھا ہوگو اس کی آنکھوں کی وہ چمک دیکھ چکا تھا جو بکونی جیسی حسین و پُرشباب ساحرہ کو دیکھکر کسی مرد کی آنکھوں میں اُبھر آیا کرتی ہے۔
بوڑھا ہوگو بہت دیر تک اِن ہی سوچوں میں کھویا رہا اس نے حسین بکونی کو اس آدمی کے ساتھ جانے کی اجازت دیدی تھی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ بکونی اپنی حفاظت بخوبی کر سکتی ہے۔"
دروازے پر اُبھرنے والی دستک کی آواز سُن کر اس کی سوچوں اور خیالات کا تسلسل بکھر گیا۔ وہ پلنگ سے اُٹھکر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازہ کھولا تو سامنے جابان اور کیٹو کھڑے تھے۔
"سردار ہوگو۔ ہمیں بھوک لگ رہی ہے۔ کیا تم کھانا نہیں کھاؤ گے۔"
جابان بولا۔
"ہاں۔ ٹھہرو، میں لباس پہن لوں۔"
سردار ہوگو نے کمرے میں آکر کپڑے پہنے اور باہر نکل آیا۔
دروازے کو تالا لگا کر اس نے چابی جیب میں ڈالی اور ان دونوں کے ساتھ زینوں کی طرف بڑھ گیا۔
تقریباً پانچ منٹ بعد وہ ڈائننگ ہال میں پہنچ گئے انہوں نے ویٹر کو کھانا لانے کے لئے کہا۔
چند منٹ بعد ویٹر نے ان کی میز پہ کھانا چن دیا اور وہ تینوں خاموشی سے کھانا کھانے لگے۔"

بونگارو قبیلے کی حسین و جمیل ساحرہ بکونی۔

ہپی ٹاپ دبلے پتلے نوجوان مجنوں کے ساتھ ایک ٹیکسی میں ائیرپورٹ پہنچ گئی۔

مجنوں نے گزشتہ رات ہی بلاس پور کے لئے دو سیٹیں بک کروا لی تھیں۔ ائیرپورٹ ٹرمینل پر وزیٹرز لابی سے گزر کر وہ دونوں پسنجرز لاؤنج میں پہنچ گئے۔

مجنوں کے پاس اٹیچی کیس تھا اور بکونی کے پاس صرف شولڈر بیگ جس میں دو جوڑے لباس کے علاوہ اس کی ضروریات کی چند چیزیں تھیں۔

پسنجرز لاؤنج میں بیٹھے تھوڑی دیر گزری تھی کہ ہال میں لگے ہوئے سپیکروں پر اعلان ہونے لگا۔ ایک نسوانی آواز اعلان کر رہی تھی کہ بلاس پور جانیوالا طیارہ موسم کی خرابی کے باعث پچھلے اسٹاپ سے پرواز نہیں کر سکا لہٰذا مقررہ وقت سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کی تاخیر سے اس کی آمد متوقع ہے

وہ دونوں ایک آرام دہ کوچ پر بیٹھ گئے۔ مجنوں نے اٹیچی کیس میں سے ایک انگلش میگزین نکال لیا اور اس کا مطالعہ کرنے لگا جبکہ بکونی ہال میں چاروں طرف دیکھنے لگی۔

پسنجرز لاؤنج میں موجود تقریباً تمام ہی مرد اور عورتیں اسی کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ اور وہ تھی بھی دیکھنے کی چیز۔ بعض مرد تو اس کے ساتھ چپڑ کناتی قسم کے مجنوں کی قسمت پر رشک کر رہے تھے۔ اور بعض حسد بھری نگاہوں سے اسے گھور رہے تھے۔

مجنوں نے بکونی کو یہ بات اچھی طرح سے سمجھا دی تھی کہ اگر کوئی آدمی اس سے پوچھے تو وہ یہی کہے کہ وہ ایک سیاح ہے اور معلوماتی و تفریحی سلسلے میں اس ملک کے مختلف حصوں کا دورہ کر رہی ہے۔ اور مجنوں اس کا گائڈ ہے جس کی خدمات اس نے ایک معقول معاوضے کے بدلے حاصل کی ہیں۔

ڈیڑھ گھنٹہ بھی گزر گیا۔ سپیکر پر طیارے کی آمد کا اعلان ہوتے ہی اس طیارے سے پرواز کرنے کے خواہشمند مسافر اٹھ کھڑے ہوئے۔

"کسی فنی نقص کے باعث یہاں طیارے کی روانگی میں مزید ایک گھنٹے کی تاخیر ہوگی۔ یہاں سے پرواز کے بعد طیارہ تقریباً ڈھائی گھنٹے کی تاخیر سے شام چھ بجے کے قریب بلاس پور ائیرپورٹ پر اترا۔

یہ دونوں طیارے سے اتر کر ٹرمینل کی طرف بڑھنے لگے ابھی کچھ فاصلے پر ہی تھے کہ وزیٹرز گیلری میں کھڑے ہوئے لوگوں کے ہجوم میں ایک شخص ان کی طرف دیکھ کر نیلے رنگ کا رومال لہرانے لگا۔ اس کے جواب

میں مجنوں نے بھی ہاتھ ہلا کر اشارہ کیا۔

جب وہ کسٹمز وغیرہ سے فارغ ہو کر وزیٹرز گیلری میں پہنچے تو رومال سے اشارہ کرنے والا شخص تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ان کے قریب آ گیا۔

اس نے ٹخنوں سے اوپر تک کی نیلے رنگ کی پتلون اور نصف آستین کی سینڈو کٹ ٹی شرٹ پہن رکھی تھی۔ آتے ہی اس نے پہلے مجنوں سے ہاتھ ملایا اور پھر بکونی کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔

بکونی عرصہ ہوا ایک مرتبہ پہلے بھی اپنے قبیلے سے مہذب دنیا میں آ چکی تھی اور اس دوران میں وہ اس دنیا کی تہذیب سے بھی آگاہ ہو گئی تھی۔

کچھ انگریزی بھی سیکھی تھی۔ ہاتھ ملانا مہذب دنیا کے انسانوں کی تہذیب میں شامل تھا۔ چنانچہ اس نے بھی ہاتھ بڑھا دیا۔

ہاتھ ملاتے ہوئے اس نے محسوس کیا کہ وہ شخص غیر معمولی طور پر اس کا ہاتھ دبا رہا ہے۔ ساتھ ہی بکونی کو اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک بھی نظر آئی تھی۔ مجنوں نے ہاشم خان کے نام سے اس کا تعارف کروایا تھا۔

ہاشم خان ان دونوں کو لیکر وزیٹرز گیلری سے باہر آ گیا۔ جہاں ٹرمینل بلڈنگ کے سامنے لاتعداد کاریں اور رکشے کھڑے تھے۔ وہ دونوں ہاشم خان کی رہنمائی میں سیاہ رنگ کی ایک کار کی طرف بڑھنے لگے جو بائیں طرف کھڑی تھی۔

کار کے قریب پہنچکر ہاشم خان نے پچھلی نشست کا دروازہ کھول دیا۔ پہلے بکونی کار میں بیٹھی پھر مجنوں اس کے بعد ہاشم خان نے اسٹیرنگ کے سامنے بیٹھ کر کار اسٹارٹ کر دی۔ اور جیسے ہی اس نے کار کو آگے بڑھایا نیلے رنگ

کے سوٹ میں ملبوس ایک شخص تیزی سے آگے بڑھکر ان کی کار کے سامنے آگیا اور رکنے کا اشارہ کیا۔

ہاشم خان نے کار روک لی اور اُلجھی ہوئی نگاہوں سے اس شخص کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ شخص پچھلی نشست کی کھڑکی پر جھک گیا اور بکوتی سے پاسپورٹ طلب کیا۔ اس نے پاسپورٹ کا مطالبہ اردو زبان میں کیا تھا جس کا مطلب بکوتی نہ سمجھ سکی لیکن لفظ پاسپورٹ سے وہ سمجھ گئی کہ وہ پاسپورٹ مانگ رہا ہے لہٰذا اس نے بیگ سے پاسپورٹ نکال کر اس شخص کے حوالے کر دیا۔

وہ شخص پاسپورٹ کھول کر اس کے صفحات الٹ پلٹ کرتا رہا۔ پھر دوبارہ کھڑکی پر جھکتے ہوئے بولا۔

"مس آپ کے پاسپورٹ میں بلاس پور آمد کا اندراج نہیں ہے۔ آپ میرے ساتھ امی گریشن آفس تک چلئے۔"

بکوتی اس کا مطلب نہ سمجھ سکی وہ سوالیہ انداز میں مجنوں کی طرف دیکھنے لگی۔ مجنوں نے اسے اس شخص کا مطلب سمجھا دیا۔

اسٹیرنگ کے سامنے بیٹھا ہوا ہاشم خان سمجھ گیا کہ اب معاملے میں کچھ نہ کچھ گڑبڑ ہونے والی ہے۔ اس نے انجن بند کر دیا اور نیچے آگیا وہ نیلے سوٹ والے اُس شخص کو بازو سے پکڑ کر ایک طرف لے گیا۔ وہ کچھ دیر تک نیلے رنگ کے سوٹ والے اس شخص سے باتیں کرتا رہا۔ پھر جیب سے چند نوٹ نکال کر اس کی مٹھی میں دبا دیئے اور پاسپورٹ لیکر واپس آگیا وہ شخص کاروں کے ہجوم سے نکل کر ایک طرف چلا گیا۔

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

"یہ لو۔ اسے بتا دو کہ ایک ہزار دیکر جان چھوٹی ہے۔" ہاشم خان نے پاسپورٹ مجنوں کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ مجنوں نے پاسپورٹ بکونی کو دیدیا اور اُسے ایک ہزار روپے اس شخص کو دیئے جانے کے متعلق بھی بتا دیا اور کہا۔

"اب ہم لوگ کسی کھلی جگہ پر نہیں رہ سکتے۔ میرا مطلب ہے کسی ہوٹل میں کیونکہ پاسپورٹ میں بلاس پور کا اندراج نہیں ہے۔ ایسی صورت میں یہاں تمہاری سرگرمیوں کو غیر قانونی سمجھا جائے گا۔ اس لئے اب ہمیں کسی ایسی جگہ رہنا پڑے گا جہاں قانون کی گرفت میں نہ آسکیں۔"

"اس دنیا کے باسی بھی عجیب ہیں۔ کہیں آنے جانے کیلئے بھی اجازت لینی پڑتی ہے۔ اگر اجازت نہ لو تو پکڑ لیتے ہیں، عجیب لوگ ہیں۔" بکونی بولی۔

"اسے قانون کہتے ہیں۔ یہ ہر ملک میں رائج ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ہر ملک کا قانون اپنی بالادستی چاہتا ہے۔"

"ہم۔ تو اب یہ شخص ہمیں کہاں لے جا رہا ہے۔" بکونی نے ہاشم خان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اسے میں نے بتا دیا ہے۔ یہاں اس کا ایک دوست ایک چھوٹے سے نائٹ کلب کا مالک ہے۔ ہم وہیں چل رہے ہیں۔ وہاں پولیس یا قانون بھی تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔"

"کیوں۔ کیا وہاں قانون نہیں ہے۔"

"قانون ہر جگہ ہے۔ لیکن بعض جگہوں پر قانون بے بس ہو کر رہ جاتا ہے۔ وہاں قانون کی نہیں ان آدمیوں کی قوت ہوتی ہے جو اپنی قوت سے قانون

کو بے دست و پا کر دیتے ہیں۔"

"عجیب بات ہے۔" بکو نی سر ہلا کر رہ گئی۔

"کیا کہہ رہی ہے یہ۔؟"

ہاشم خان نے کار ایک سڑک پر گھماتے ہوئے مجنوں سے پوچھا۔

"پوچھتی ہے اب ہم لوگ کہاں جا رہے ہیں۔"

"تو بتا دیا کیا۔؟"

"ہاں۔ میں نے اسے بتا دیا ہے کہ ہاشم خان کا ایک دوست ایک نائٹ کلب کا مالک ہے۔ جہاں قانون کی بھی پہنچ نہیں ہے۔ ہم وہیں چل رہے ہیں"

"اس میں تو کوئی شک نہیں کہ دارا کے نائٹ کلب میں قانون کا داخلہ بند ہے۔" ہاشم خان نے مسکرا کر کہا۔ پھر بولا۔

"یار مجنوں۔ چیز شاندار ہے۔ دارا خوش ہو جائے گا۔"

"میں نے ہمیشہ دارا کو ایسی چیزیں پیش کی ہیں۔ کہ وہ عش عش کر اٹھا ہے۔"

"بے شک، بے شک، اور اسے دیکھ کر تو وہ اچھل پڑے گا۔ لیکن یار کیا تم نے اس کے ساتھ۔؟"

ہاشم خان نے معنی خیز انداز میں جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"نہیں۔ یہ صرف دارا کیلئے میں نے محفوظ رکھی ہے اور یہ اس سے پہلے بھی محفوظ رہی ہے۔" مجنوں نے بتایا۔

وہ دونوں چونکہ اردو میں گفتگو کر رہے تھے اس لیے بکو نی ان کی

گفتگو کا ایک لفظ بھی نہ سمجھ سکی۔ وہ ان کی گفتگو میں دلچسپی لینے کی بجائے خاموش بیٹھی کھڑکی سے باہر دیکھتی رہی۔

کار شہر کی مختلف سڑکوں پر دوڑتی ہوئی شہر کے اس علاقے میں داخل ہو گئی جہاں قانون کے محافظ بھی داخل ہونے سے کترایا کرتے تھے۔ یہ علاقہ شہر کا بدنام ترین علاقہ تھا۔ شہر کے تمام غنڈے اور بدمعاش افراد اسی علاقے میں رہائش پذیر تھے۔ اس علاقے میں ہر روز ایک آدھ قتل ہو جانا معمولی بات سمجھی جاتی تھی۔ ایسے ہی کسی موقعہ پر پولیس یہاں آتی اور لاش کو اٹھا کر لے جاتی۔ آج تک یہاں کسی بھی قتل کا کوئی مجرم گرفتار نہیں ہو سکا تھا۔ اس علاقے میں قانون بے دست و پا ہو کر رہ جاتا تھا اور عملاً یہاں چند غنڈوں کی حکومت تھی۔

ان چند غنڈوں میں دارا بھی شامل تھا۔ دارا کی قوت تمام غنڈوں سے زیادہ تھی۔ وہ اس علاقے کا بے تاج بادشاہ سمجھا جاتا تھا۔ یہاں اسی کا سکہ چلتا تھا اور وہی ہوتا تھا جو وہ چاہتا تھا۔ اس علاقے کے لوگ اپنے جھگڑوں کا فیصلہ کرنے کیلئے اسی سے رجوع کرتے۔ دارا ایک نائٹ کلب کا مالک تھا۔ نائٹ کلب کیا تھا چوں چوں کا مربہ تھا۔

شام کا اندھیرا پھیلتے ہی اس کلب میں لوگوں کی آمد و رفت شروع ہو جاتی ایک ہال بار روم کے طور پر مخصوص تھا۔

یہاں ایک ڈھلتی ہوئی عمر کی رقاصہ نیم برہنہ لباس میں میزوں کے درمیان تھرکتی ہوئی گاہکوں کا دل بہلانے میں مصروف رہتی۔

دوسرے ہال میں جوا ہوتا۔ جو اس قدر وسیع پیمانے پر ہوتا کہ دیکھنے والے دنگ رہ جاتے۔ لاکھوں کی بازی ہوتی، جوئے کے معاملے میں دارا نائٹ کلب پورے شہر میں مشہور تھا۔ اور شہر کے شرفا کبھی رات کی تاریکی میں چھپ کر یہاں جوئے کی بازی لگانے آجاتے لیکن آج تک کوئی بھی شریف آدمی یہاں سے جیت کر جاتے ہوئے نہیں دیکھا گیا تھا۔

اگر بدقسمتی سے کوئی باہر کا آدمی کوئی لمبی رقم جیت کر یہاں سے نکلتا بھی تو وہ اس کی زندگی کا آخری دن ہوتا۔ دارا کے غنڈے اسے راستہ ہی میں گھیر لیتے اور رقم ہتھیانے کے ساتھ اس کی زندگی کا چراغ بھی گل کر دیتے۔ جوا اور شراب کی بزنس کے علاوہ اس کلب میں دارا کا ایک اور بزنس بھی تھا اور وہ بزنس تھا جوان اور حسین لڑکیوں کی خرید و فروخت،

دارا کے بیسیوں گرگے ملک کے ہر حصے میں پھیلے ہوئے تھے ان میں بعض بظاہر بہت شریفانہ زندگی بسر کرتے۔ اونچی سوسائٹی میں ان کا اٹھنا بیٹھنا تھا اور چونکہ اونچی سوسائٹی میں عورتوں کو زیادہ آزادی حاصل ہوتی ہے اس لئے یہ لوگ لڑکیوں کو پھانسنے میں زیادہ کامیاب رہتے۔

دارا کا ہر گرگا کسی لڑکی کو پھانسنے کے بعد بلاس پور اس کے نائٹ کلب میں لے آتا۔ اور یہاں آنے کے بعد وہ لڑکی اس طرح غائب ہوتی کہ اس کا سراغ تک نہ ملتا۔

لڑکیوں کے سلسلے میں دارا کے گاہک پوری دنیا میں پھیلے ہوئے تھے۔

مشرق وسطیٰ کی عرب ریاستیں اس کی خاص مارکیٹ میں شامل تھیں۔ ان ریاستوں کے شیوخ اسے منہ بولی رقمیں دیکر ان اغوا شدہ خوبصورت لڑکیوں کو حاصل کرتے۔

اس کے علاوہ دارا نے اپنے کلب میں کچھ ایسی لڑکیاں بھی رکھ چھوڑی تھیں جو اس کلب میں ہی بعض معزز گاہکوں کا دل بہلانے کے کام آتیں۔

دارا گاہکوں سے ہر لڑکی کیلئے پانچ سو سے پانچ ہزار تک وصول کرتا۔ جس میں سے پچیس فیصد اس لڑکی کا حصہ ہوتا۔ دس فیصد قانون کو پچھاڑنے کے کام آتا پندرہ فیصد اخراجات اور دیگر مصارف کی مد میں آتے اور باقی پچاس فیصد دارا کو ملتے۔

کلب کے نیچے چھوٹے چھوٹے کمرے بنے ہوئے تھے جو لڑکیوں کے خواہشمند معزز گاہکوں کو بھاری کرائے پر دیئے جاتے۔ اگر کوئی شریف آدمی کلب میں نہ آنا چاہتا تو لڑکیاں ان کی کوٹھیوں پر پہنچا دی جاتیں۔ اور ایسے شریف آدمیوں میں بلاس پور کے صنعتکار اور حکومت کے بڑے بڑے افسران بھی شامل تھے۔

مجنوں بھی دارا کے گرگوں میں سے ایک تھا جو عرصہ سے دارالحکومت میں مقیم تھا۔ اونچی سوسائٹی میں اس کا اٹھنا بیٹھنا تھا اور اب تک وہ لاتعداد لڑکیوں کو پھانس کر دارا کے پاس پہنچا چکا تھا جن کے عوض اسے کافی دولت ہاتھ آئی تھی۔

چند روز قبل دارالحکومت کے ایک بڑے نائٹ کلب میں یکونی کو دیکھتے

ہی اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اس حسین لڑکی کو ہر صورت میں پھانس لیگا۔
اسے اُمید تھی کہ دارا اس کا عام لڑکیوں سے دوگنا معاوضہ دینے پر بھی آمادہ ہو جائیگا۔

وہ بکونی سے بے تکلف ہو گیا۔ اسے بکونی کی زبانی پتہ چلا کہ وہ اپنے قبیلے کے سردار اور دوسرے آدمیوں کے ساتھ اپنے سورج دیوتا کی تلاش میں ہے جسے کچھ لوگ ان کی معبد سے چُرا کر لے آئے ہیں۔

یہ کہانی سنتے ہی مجنوں نے بھی فوری طور پر ایک کہانی گھڑی اور اسے بتایا کہ بلاس پور میں اس کے چند ایسے دوست ہیں جو نوادرات کی خرید و فروخت کا بزنس کرتے ہیں۔

اور ان کے دیوتا کا مجسمہ بھی چونکہ ایک نوادر ہی ہے اس لئے اس کے دوستوں میں سے کوئی اس کے متعلق ضرور کچھ نہ کچھ بتا سکے گا۔

بکونی فوراً ہی اس کے ساتھ آنے پر آمادہ ہو گئی تھی اور اس کے بوڑھے سردار ہو گونے بھی اسے بخوشی اجازت دیدی تھی۔ اور اب بلاس پور پہنچنے کے بعد دارا کے نائٹ کلب کی طرف جاتے ہوئے وہ دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا کہ دارا اس حسین لڑکی کو دیکھ کر اس کے لئے اپنی تجوریوں کے مُنہ کھول دے گا۔

اس نے دارا کو پہلے ہی اطلاع کر دی تھی اور دارا نے اپنا ایک گرگا ہاشم خان کو لینے کے لئے ائیر پورٹ بھیج دیا تھا۔

سیاہ کار جیسے ہی دارا نائٹ کلب کے سامنے رکی آس پاس سے

گزرتے ہوئے لوگ کار میں بیٹھی ہوئی بکونی کو حیرت سے دیکھنے لگے۔

ان میں ایک ایسا شخص بھی تھا جسے دارا کے بعد اس علاقے میں دوسرا نمبر حاصل تھا اس کا نام شوکت تھا، شوکت اس وقت دارا نائٹ کلب سے چند قدم کے فاصلے پر دو تین آدمیوں کے ساتھ کھڑا باتیں کر رہا تھا۔

اس کی نظر جیسے ہی کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی بکونی پر پڑی وہ ان آدمیوں کو چھوڑ کر کار کے قریب آگیا۔

اتنے میں بکونی اور مجنوں کار سے اتر چکے تھے۔ ہاشم خان کار کے ڈکے سے مجنوں کا ٹیچی کیس بھی نکال چکا تھا۔ قریب پہنچکر شوکت چند لمحوں تک بکونی کا سر سے پاؤں تک جائزہ لیتا رہا پھر بے اختیار اس کے ہونٹوں سے توصیفی جملے نکل گئے۔

"بہت خوب، لاجواب چیز ہے، یہ تمہیں کہاں سے مل گئی مجنوں؟"

"آپ کی دعا ہے۔ شوکت دادا۔" مجنوں نے دانت نکال دیئے۔

"بولو، کیا لوگے۔ یہیں کھڑے کھڑے سودا کرو۔ منہ مانگی رقم دینے کو تیار ہوں۔" شوکت بولا۔

"اس کیلئے آپ دارا سے بات کریں شوکت دادا۔ تم جانتے ہی ہو کہ میرا مال صرف دارا کے لئے ہوتا ہے اگر وہ اس کے لئے تمہارے حق میں دست بردار ہو جائے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"دارا کہاں مانے گا۔ لیکن میں اس سے بات ضرور کروں گا۔ اس سے کہنا کہ اس کے متعلق ابھی کسی اور سے بات نہ کرے۔"

"بہت اچھا شوکت دادا۔" مجنوں نے مسکرا کر جواب دیا۔

ہاشم خان اٹیچی کیس اٹھائے دروازے کی طرف بڑھ چکا تھا۔ مجنوں بھی بکوتی کو لے کر اس کے پیچھے چلتا ہوا کلب میں داخل ہو گیا۔

کلب کے ہال میں اس وقت بہت کم لوگ بیٹھے ہوئے تھے رقاصہ بھی نہایت بھدے انداز میں پھدک رہی تھی۔ ان سب کی نظریں بکوتی کی طرف اٹھ گئیں۔ رقاصہ نے بھی بکوتی کو دیکھا تو ناچنا بھول گئی۔

ہاشم خان ہال سے گزر کر ان کے ساتھ ایک کمرے میں آ گیا۔ اس کمرے کے دروازے پر پروپرائیٹر کے نام کی تختی لگی ہوئی تھی۔ اور اندر عالیشان آفس فرنیچر موجود تھا۔ کمرے میں پہلے ہی سے ایک آدمی موجود تھا۔ اس کے چہرے پر دائیں طرف زخم کا ایک لمبا پرانا زخم تھا۔ وہ انہیں دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی نظر سب سے پہلے بکوتی کی طرف اٹھی تھی بکوتی کا حسن دیکھ کر وہ یہ بھی بھول گیا کہ وہاں بکوتی کے علاوہ کوئی اور بھی موجود ہے۔

"اس طرح گھور گھور کر کیا دیکھ رہے ہو بکرے کی اولاد۔ باس کہاں ہے۔" ہاشم خان نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

"اوہ، باس۔" بکرے کی اولاد چونک گیا۔ "وہ کہیں باہر گئے ہیں۔ انہوں نے کہا تھا تم لوگ آؤ تو ریسٹ روم میں پہنچا دوں۔"

"تو چلو۔ یہ بکس اٹھاؤ۔" ہاشم خان مسکرا کر بولا۔

اس دوسرے آدمی نے بکس اٹھا لیا اور انہیں لیکر کمرے سے نکل آیا۔ اس کمرے کے ساتھ ہی دائیں طرف ایک مختصر سی راہداری تھی۔ وہ انہیں

لے کر راہداری کے اختتام پر ایک کمرے میں داخل ہو گیا۔
کمرے میں معمولی سا فرنیچر پڑا ہوا تھا۔ ایک طرف آتش دان بنا ہوا تھا
آتشدان کے قریب پہنچکر اس نے اوپر کے حصے کی طرف لگے ہوئے ایک
چھوٹے سے کیل کو اندر دبا دیا۔ کیل دبتے ہی آتشدان اوپر اٹھنے لگا
نیچے ایک روشن خلا تھی اور زینے بھی نظر آ رہے تھے۔ وہ انہیں لیکر اس
خلا میں داخل ہو گیا۔
معصوم دل، بکونی کے دل میں اس کلب کے افراد اور اس خلا کو
دیکھ کر ایک لمحہ کے لئے الجھن سی پیدا ہوئی تھی لیکن وہ مزید کچھ سوچے بغیر
ان کے ساتھ خلا میں داخل ہو کر زینے اترنے لگی۔
زینوں کے اختتام پر ایک چھوٹا سا کمرہ تھا اور اس کے آگے ایک طویل
راہداری۔ جسے دو تین دیگر راہداریاں قطع کرتی تھیں۔ وہ راہ داری میں
دائیں طرف چل دیئے۔ وہ شخص ان کے آگے آگے تھا۔
ہر راہ داری میں متعدد کمرے بنے ہوئے تھے۔ وہ انہیں لے کر
آخری راہداری میں آخری کمرے میں آ گیا۔
یہ کمرہ بہترین فرنیچر سے آراستہ تھا۔ ایک نرم کا آرام دہ پلنگ
بھی بچھا ہوا تھا۔
کمرے میں پہنچکر اس شخص نے اٹیچی کیس نیچے رکھ دیا۔
"یہ کمرہ اس لڑکی کیلئے ہے۔ مجنوں ساتھ والے کمرے میں ٹھہریگا"
وہ شخص مجنوں کی طرف رخ کر کے بولا۔

"ٹھیک ہے۔ تم یہ اٹیچی کیس اسی کمرے میں لے چلو۔ میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔" مجنوں نے انہیں اشارہ کیا۔

ان کے جانے کے بعد مجنوں ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ بکونی بھی بیٹھ چکی تھی اور مجنوں اس کی نگاہوں میں الجھن کے آثار دیکھ چکا تھا۔

"تمہارے پاسپورٹ میں چونکہ بلاس پور کا اندراج نہیں ہے اس لئے احتیاطاً تمہیں یہاں لایا گیا ہے تاکہ کسی کی نظروں میں نہ آسکو۔"

"اور وہ نوادرات کی تجارت کرنے والے۔ ہم ان کے پاس کب چلیں گے۔" بکونی نے پوچھا۔

"ہمیں ان کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہوگی انہیں یہیں بلا لیا جائیگا۔ اب تم آرام کرو۔ میں ساتھ والے کمرے میں موجود ہوں۔"

مجنوں اُٹھکر باہر چلا گیا اس نے دروازہ بھی بند کر دیا تھا۔ بکونی کتنی دیر تک صوفے پر بیٹھی رہی اس کی نگاہوں میں سوچ اور الجھن کے آثار کچھ گہرے ہو گئے تھے۔ اس نے بیگ کھول کر اس میں سے اپنے سورج دیوتا کا چھوٹا سا مجسمہ نکالا۔ اور اسے دونوں ہاتھوں میں تھام کر اپنے چہرے کے سامنے لے آئی اور نہایت عقیدت و احترام کی نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگی۔

عمران ان دنوں بلاس پور میں تھا۔
یہاں اس کے آنے کی کوئی خاص وجہ نہیں تھی اس کا ایک پرانا دوست تھا ظہیر عباس۔
ظہیر عباس پینتیس برس کی پولیس سروس کے بعد چند ماہ قبل بلاس پور میں ڈپٹی انسپکٹر جنرل کی حیثیت سے ریٹائر ہوا تھا اور اس نے بلاس پور ہی میں مستقل رہائش اختیار کر لی۔
گزشتہ ماہ ظہیر عباس اپنے بیوی بچوں سمیت چند روز کیلئے دارالحکومت آیا تھا۔ یہاں عمران سے بھی ملاقات ہوئی اور عمران نے اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے اگلے روز انہیں ٹپ ٹاپ میں ڈنر کی دعوت دے ڈالی۔ اس ڈنر میں ثریا بھی شریک تھی اور عمرانہ بھی۔ ثریا تو ظہیر عباس کی بڑی لڑکی جمیلہ کی بے تکلف سہیلی تھی۔ اور اب عمرانہ کا بھی ان سے تعارف ہو گیا تھا۔ عمران اپنی بہن ہی کی حیثیت سے ان سب کے ساتھ عمرانہ کا تعارف کروایا تھا
ظہیر عباس عمران کے ڈیڈی رحمان صاحب کے بھی گہرے دوستوں

میں سے تھے۔ عمران کی عمر اگرچہ ان کے بڑے بیٹے کے برابر تھی۔
لیکن عمران سے ان کے تعلقات بے تکلف اور گہرے دوستوں کے سے تھے اور اکثر کینسر کے سلسلے میں بھی عمران کی ان سے ملاقات رہتی تھی۔

ڈنر کے بعد وہ دیر تک کلب میں بیٹھے رہے تھے اور جب وہ رخصت ہوئے تو عمران نے اگلے روز انہیں اپنے ہاں مدعو کر لیا۔

عمران کے ہاں دعوت کے دوران ہی ظہیر عباس اور ان کی بیگم عمران کو پکڑ کر ایک طرف لے گئیں۔

"عمران بیٹا۔ تم جانتے ہو کہ ہم تمہیں الگ کیوں لیکر آئے ہیں۔" مسز ظہیر مسکراتے ہوئے بولیں۔

"جی ہاں، کسی حد تک سمجھ گیا ہوں۔ شاید آپکو کچھ رقم کی ضرورت ہو گی جو آپ دوسروں کے سامنے نہیں مانگنا چاہتی تھیں۔" عمران سادگی سے بولا۔

اس کے اس جواب پر ظہیر عباس کے حلق سے بے اختیار ایک فلک شگاف قہقہہ نکل گیا لیکن ان کی بیگم حیرت سے عمران کی طرف دیکھنے لگیں وہ کسی قدر بدحواس بھی ہو گئی تھیں۔

"نن، نہیں بیٹے۔" وہ حواس قابو میں لاتے ہوئے بولیں۔ "مم۔ میں میں تو۔"

"ارے بیگم۔ کھل کر بات کرو۔ اگر تم اس کی باتوں میں آ گئیں تو اصل بات کبھی نہ کر سکو گی۔" ظہیر عباس بولے۔

"تو کیا کچھ اور بات ہے۔" عمران نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں، یقیناً۔ تم سے قرض مانگنے کیلئے ہم تمہیں الگ نہیں لائے۔"

"اوہ میں سمجھا تھا شاید آپکو کچھ رقم بطور قرض چاہیئے۔ کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مہمان واپسی کا کرایہ میزبان ہی سے قرض لیکر جاتے ہیں اس وعدے پر کہ وہ گھر پہنچتے ہی بھیجدیں گی لیکن گھر پہنچکر بھول جاتے ہیں۔" عمران نے سادگی سے جواب دیا۔

"اچھا۔ اب سنجیدگی سے سنو بیگم کیا کہنا چاہتی ہیں۔"

"جی فرمایئے۔" عمران بیگم صاحبہ کی طرف متوجہ ہوگیا۔

"عمران بیٹے۔ بات یہ ہے کہ ہم ثریا کو اپنی بیٹی بنانا چاہتے ہیں۔" بیگم بولیں۔

"جی۔ کیا پہلے آپ اسے اپنی بیٹی نہیں سمجھتیں۔" عمران نے حیرت سے کہا۔

"یقیناً سمجھتی ہوں۔ لیکن میرا مطلب ہے کہ میں اسے اپنی بہو بنانا چاہتی ہوں۔"

"اوہ۔" عمران اس طرح شرما گیا جیسے اسی کو بہو بنانے کی بات کی گئی ہو۔

"آپ۔ ممی ڈیڈی سے بات کریں تو بہتر ہوگا۔"

"بات تو ان ہی سے کی جائے گی لیکن چونکہ ثریا کے معاملے میں سب سے زیادہ اختیار تمہیں ہے اس لئے پہلے تم سے بات کرنی مناسب سمجھی گئی۔ تمہارے بعد رحمٰن صاحب اور بھابی سے بھی بات کی جائے گی۔" ظہیر عباس

بولے۔

"لیکن، میرا خیال ہے کہ اس معاملے میں پہلے خود ثریا سے پوچھ لیا جائے تو بہتر ہوگا میں پرانی قدروں کا قائل نہیں کہ جہاں ماں باپ نے ہانک دیا خاموشی سے سر جھکا دیا۔ میرا نظریہ تو یہ ہے کہ شادی سے پہلے لڑکی اور لڑکے کا عندیہ لینا بھی بہت ضروری ہے۔"

"ہاں ہاں، کیوں نہیں۔ تم عمرانہ کے ذریعے ثریا کا عندیہ معلوم کر سکتے ہو۔" ظہیر عباس بولے۔

"بہتر ہے۔ میں کل صبح اس سلسلے میں آپ کو بتا دوں گا۔ اگر ثریا رضا مند ہوئی تو ڈیڈی بھی انکار نہیں کر پائیں گے۔"

"میرا خیال ہے رحمٰن بھائی انکار نہیں کریں گے۔ بیٹیاں پرائی امانت ہوتی ہیں وہ کب تک اسے گھر پر بٹھائے رکھیں گے۔ بوجھ تو ماں باپ کے سر سے جتنی جلد اترجائے اتنا ہی اچھا ہوتا ہے۔" بیگم ظہیر عباس بولیں۔

"جی ہاں۔ بلکہ میرا خیال ہے کہ بیٹی پیدا ہوتے ہی اس کا رشتہ طے کر کے سسرال والوں کے حوالے کر دینا چاہیئے تاکہ ماں باپ کو پالنے پوسنے کی زحمت نہ کرنی پڑے۔" عمران نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"بس بیگم۔ اب تم اس سلسلے میں عمران سے بات نہیں کر سکو گی۔" ظہیر عباس نے مسکرا کر بات ختم کر دی۔

وہ تینوں دیگر موضوع پر باتیں کرتے ہوئے عمرانہ وغیرہ کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد عمران نے عمرانہ کو الگ لیجا کر اسے ثریا کے

متعلق بات سمجھا دی جسے سُن کر عمرانہ مسکرا دی تھی۔

ظہیر عباس کارڈ کا ناصر جس کے متعلق وہ ثریا کے رشتہ کے طلب گار تھے وہ بھی دعوت میں شریک تھا۔ وہ بلاس پور ہی میں ایک بینک میں منیجر کی حیثیت سے ملازم تھا۔

رات گیارہ بجے کے قریب دعوت اختتام کو پہنچی۔ ثریا کو عمرانہ نے رات اپنے ہاں ہی روک لیا اور اس سلسلے میں فون پر گھر میں اطلاع کر دی تھی۔

اس سے اگلے روز عمرانہ نے عمران کو بتا دیا کہ ثریا اس رشتہ پر تیار ہے اُسے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

یہ ہی بات عمران نے ظہیر عباس اور ان کی بیگم سے ملاقات پر بتا دی چنانچہ اسی شام وہ دونوں میاں بیوی رحمٰن صاحب کی کوٹھی پہنچ گئے۔

رحمٰن صاحب ظہیر عباس کو اچھی طرح جانتے تھے۔ وہ بھی ان ہی کی طرح چنگیزی خون میں کسی قسم کی ملاوٹ کا قائل نہیں تھا۔

چنانچہ یہ ہی وجہ تھی کہ انہوں نے بغیر کسی حیل وحجت کے پیغام قبول کر لیا۔ اور اماں بی نے اسی وقت مٹھائی منگوا کر ان سب کا منہ میٹھا کروا دیا۔

اس کے بعد ظہیر عباس صاحب چند روز تک دارالحکومت میں رہے عمران کے پاس چونکہ کوئی کیس نہیں تھا اس لئے ان سے اکثر ملاقات رہتی ظہیر عباس ریٹائر ہونے کے بعد بھی اپنے طور پر بلاس پور میں روتما

ہونے والے جرائم کے کیسز میں دلچسپی لیتے رہتے تھے۔ وہاں کے پولیس آفیسر اکثر ان سے مدد کے طلب گار رہتے۔

ان ہی ملاقاتوں کے دوران میں عمران کو بلاس پور میں دارا نائٹ کلب کے بارے میں پتہ چلا۔

ظہیر عباس نے اس کی دیگر غیر قانونی سرگرمیوں کے علاوہ اپنے اس شبہ کا اظہار کیا کہ دارا نائٹ کلب کا مالک لڑکیوں کی غیر قانونی تجارت کرتا ہے ملک کے مختلف حصوں میں آئے دن جوان اور خوبصورت لڑکیوں کی گمشدگی یا اغوا کی رپورٹیں درج ہوتی ہیں۔ لیکن بسیار تحقیق کے بعد بھی ان لڑکیوں کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔

انہوں نے بتایا کہ وہ اپنے طور پر دارا نائٹ کلب کے مالک دارا کے متعلق تحقیقات کر رہے ہیں۔ اگر عمران فارغ ہو تو وہ بھی ان کے ساتھ اس معاملے میں دلچسپی لے سکتا ہے۔

اس سے اگلے روز ظہیر عباس اپنی فیملی کے ساتھ بلاس پور چلے گئے۔

عمران نے اسی روز دانش منزل پہنچکر تمام اخبارات کی گزشتہ دو سال کی فائلیں نکال لیں۔ کچھ فائلیں اپنے سامنے رکھ لیں اور کچھ بلیک زیرو کے حوالے کر کے اسے ہدایت کی کہ ان اخبارات میں لڑکیوں کے اغوا کی خبروں کے تراشے نکال لے۔

اخبارات میں اغوا کی خبروں کے تراشے تلاش کرنے میں دو گھنٹے صرف ہو گئے۔ اور دو گھنٹوں میں وہ صرف چھ سات ماہ کا ریکارڈ ہی چیک کر

سکے تھے۔

عمران نے تراشے جمع کئے اور تمام فائل بلیک زیرو کے حوالے کر کے اسے ہدایت کی کہ وہ لڑکیوں کے اغوا کی خبروں کے مزید تراشے بھی نکال لے اب تک کے نکالے ہوئے تراشے لیکر وہ اپنے فلیٹ پر آگیا۔ یہاں آکر اس نے ایک کاغذ پر اغوا کی ان وارداتوں کی ایک فہرست تیار کی۔ یہ کل گیارہ لڑکیوں کے اغوا کی خبریں تھیں۔ ان میں تین تو دارالحکومت ہی کی تھیں۔ دو بلاس پور کی تین شام نگر سے ایک لعل گڑھ سے اور دو کو خالس پور سے اغوا کیا گیا تھا۔

اخبارات میں شائع ہونے والی لڑکیوں کے اغوا کی خبریں پولیس کی ابتدائی رپورٹس پر مشتمل تھیں۔ اور پولیس سے رابطہ قائم کئے بغیر یہ معلوم نہیں کیا جا سکتا تھا کہ اغوا شدہ لڑکیوں میں سے کوئی برآمد ہو سکی تھی یا نہیں۔

عمران نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی دیکھی اس وقت رات کے ایک بجنے میں چند منٹ باقی تھے۔ اور پولیس سے معلومات حاصل کرنے میں یہ وقت مناسب نہیں تھا چنانچہ اس نے طے کیا کہ صبح ہی یہ کام کیا جائے گا۔

بلاس پور کے سب سے بڑے بدمعاش دارا کو وہ جانتا تو نہیں تھا لیکن اس کے متعلق کچھ عرصہ قبل اس نے اخبارات میں پڑھا ضرور تھا۔ ان دنوں دارا اس قدر طاقتور نہیں تھا۔ قتل کے کیس میں پولیس نے اس کے نائٹ کلب پر ریڈ کیا تھا۔ جہاں پولیس اور دارا کے آدمیوں کے درمیان ایک زبردست مقابلہ ہوا تھا اور پولیس کسی کو گرفتار نہیں کر سکی تھی۔ اس واقعہ

کے بعد ہی دارا کی طاقت بڑھی تھی۔ اور پولیس اس سے دور رہنے لگی تھی۔

پولیس کے متعلق عمران اتنا تو اچھی طرح جانتا تھا کہ پولیس والے صرف شریف اور بے گناہ شہریوں کو ہی پکڑ کر حوالات میں بند کر سکتے ہیں جہاں ان کے سامنے طاقت کا مظاہرہ کیا جائے وہاں پولیس کی قوت دم توڑ دیتی ہے یا پھر اس جگہ پولیس بے دست و پا نظر آتی ہے جہاں سے انہیں باقاعدگی سے سکوں کی بھیک ملتی ہے۔

ظہیر عباس کے کہنے کے مطابق بلاس پور میں بھی پولیس کی کچھ یہ ہی کیفیت نظر آتی تھی۔

جب تک ظہیر عباس اپنے عہدے پر فائز تھا اس وقت تک پولیس کا عملہ بڑا چوکنا رہتا تھا۔ جرائم پیشہ افراد کبھی کوئی جرم کرنے سے پہلے کئی گھنٹوں تک سوچتے تھے کیونکہ ظہیر عباس کا نام ہوا کی طرح ان کے ذہنوں پر چھایا ہوا تھا۔ لیکن اس کے ریٹائر ہونے کے بعد جرائم پیشہ افراد کو کھل کھیلنے کی چھٹی مل گئی اور بلاس پور مجرموں کا گڑھ بن گیا۔ دارا کی قوت بھی ان کے ریٹائرمنٹ کے بعد ہی منظر عام پر آئی تھی۔

عمران بہت دیر تک پلنگ پر لیٹا اس سلسلے میں سوچتا رہا اور نجانے کب اسکی آنکھ لگ گئی لیکن صبح حسب معمول چھ بجے اس کی آنکھ کھل گئی۔ آنکھ کھلتے ہی اس نے یاسلیمان کا ورد شروع کر دیا۔ اور حضرت سلیمان پورے پانچ منٹ بعد ہی کمرے میں تشریف لائے تھے۔

"صاحب، جب میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ آپ صبح اٹھتے ہی چائے پیتے

کے عادی ہیں تو پھر ہر روز اس طرح گلا پھاڑ پھاڑ کر چلانے کی کیا ضرورت ہے۔"
سلیمان نے ناگواری کے لہجے میں کہا۔

"تم جانتے ہو نا پیارے سلیمان"؟

"جی ہاں۔ اچھی طرح جانتا ہوں صاحب۔"

"تو پھر۔ چائے کہاں ہے۔ لائے کیوں نہیں"؟

"صبح جو دودھ لیا تھا وہ پھٹ چکا ہے ابھی میں دودھ لینے جا رہا ہوں۔ واپسی پر چائے ملے گی۔ اگر آپ چاہیں تو میرے آنے تک قہوہ بنا کر پی سکتے ہیں مجھے واپسی میں تقریباً آدھا گھنٹہ لگ جائے گا۔"

"آدھا گھنٹہ، کیوں بے تو دودھ لینے کیلئے آسٹریلیا جا رہا ہے کیا۔"
عمران نے اُسے گھورا۔

"میں آسٹریلیا سے دودھ لاؤں یا نیوزی لینڈ سے بہرحال واپسی آدھے گھنٹے بعد ہوگی۔" سلیمان کہتا ہوا باہر نکل گیا۔

عمران بھی اس کے فوراً ہی بعد پلنگ سے اُتر کر اس کے پیچھے ہی باورچی خانے میں پہنچ گیا۔ ہیٹر پر چائے دانی رکھی ہوئی تھی اور قریب ہی ایک برتن میں دودھ بھی پڑا ہوا تھا جو بالکل ٹھیک حالت میں تھا۔

"کیوں بے نمک حرام۔ تو تو کہتا تھا کہ دودھ پھٹ گیا ہے۔ اور یہ اس برتن میں کیا ہے"؟ عمران نے اُسے گھورتے ہوئے دودھ کے برتن کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ مسز بٹ کا دودھ ہے صاحب۔"

"مسز بٹ کا دودھ۔ ابے وہ یہاں کب آئی تھی اور تم نے اسکا دودھ کب نکالا۔" عمران نے دیدے گھما کر پوچھا۔

"وہ لوگ صبح دیر تک سوتے رہتے ہیں صاحب۔ دودھ والا انکا دودھ بھی یہیں ہی دے جاتا ہے جو بعد میں وہ لے جاتے ہیں۔" سلیمان نے بتایا۔

"اوہ۔ تو ایسے کہو نا۔ یہ بھی کوئی بات ہوئی کہ مسز بٹ کا دودھ۔ یعنی اب عورتیں بھی دودھ دینے لگیں۔ لاحول ولا قوت۔"

"آپ تو ہر بات کو الٹا ہی سمجھ لیتے ہیں صاحب۔"

"اچھا۔ اچھا۔ آئندہ سیدھا سمجھوں گا۔ تو اسی دودھ میں سے ایک کپ چائے بنا دے ہے تو گائے بھینس کا ہی نا... کوئی اس کا اپنا تو نہیں۔ دو چار قطروں سے کوئی کمی نہیں آجائے گی۔"

"یہ بد دیانتی ہے صاحب۔ صبح ہی صبح بے ایمانی۔"

"ابے او ایماندار اور دیانتدار کی اولاد۔ آجکل تو لوگ مسجدوں میں بیٹھ کر بے ایمانی کے منصوبے بناتے ہیں اور تو چند قطرے دودھ کی بات کر رہا ہے۔ کل انہیں تھوڑا سا دودھ زیادہ دیدینا۔ چل اب جلدی سے چائے بنا ورنہ۔"

"وہ کیا صاحب۔" سلیمان نے گھور کر اس کی طرف دیکھا۔

"کچھ نہیں پیارے سلیمان۔ اس ورنہ کے آگے فل اسٹاپ ہے۔ میں تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور افسوس یہ ہے ورنہ، ورنہ۔ ورنہ۔" عمران اس ورنہ سے آگے کچھ نہ کہہ سکا اور بڑبڑاتا ہوا کچن سے باہر نکل گیا۔ پھر باتھ روم میں جا کر اس نے دانت صاف کئے اور کمرے میں آگیا۔

اس کے چند ہی منٹ کے بعد سلیمان چائے لے آیا عمران اگرچہ اسوقت کرسی پر بیٹھا ہوا تھا لیکن سلیمان کو چائے لاتے دیکھکر جلدی سے پلنگ پر بستر میں گھس گیا اور کمبل سینے تک کھینچ لیا۔

"کیا کرسی پر بیٹھکر چائے نہیں پی جا سکتی تھی۔" سلیمان پلنگ کے قریب چھوٹی میز پر چائے رکھتے ہوئے بولا۔

"بیڈ ٹی پلنگ پر ہی پی جاتی ہے پیارے سلیمان۔ اگر میں کرسی پر بیٹھ کر پیوں گا تو وہ بیڈ ٹی نہیں بلکہ چیر ٹی کہلائے گی۔" عمران کپ اٹھاتے ہوئے بولا۔

سلیمان میز پر چائے رکھنے کے بعد چہرے پر ناگواری کے تاثرات پیدا کرتا ہوا خاموشی سے باہر نکل گیا۔ عمران نے مسکرا کر اسکی طرف دیکھا اور چائے پینے لگا۔ بستر اس نے آٹھ بجے چھوڑا۔ اس دوران وہ آج کے اخبارات کا مطالعہ کرتا رہا تھا۔ آٹھ بجے بستر سے اٹھ کر باتھ روم میں گھس گیا اور پندرہ بیس منٹ بعد وہ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر باہر آگیا اور لباس تبدیل کرنے لگا۔ اتنے میں سلیمان نے ناشتہ تیار ہونے کی اطلاع دی۔

"لے آؤ پیارے میں تیار ہوں۔" عمران نے آئینہ کے سامنے ٹائی کی گرہ درست کرتے ہوئے بولا۔

تھوڑی دیر بعد سلیمان ناشتہ لے آیا ناشتہ سے فارغ ہونیکے بعد نو بجے کے قریب عمران فلیٹ سے نکلا۔ رات کو اس نے لڑکیوں کے اغوا کی رپورٹوں کی جو فہرست بنائی تھی وہ اس کی جیب میں تھی۔

دارالحکومت سے اغوا ہونیوالی دو لڑکیوں میں سے ایک کی رپورٹ شالدار پولیس اسٹیشن میں درج تھی۔ اس کا نام خانم تھا دوسری لڑکی جس کا نام آمنہ تھا اس کے اغوا کی رپورٹ سول لائن پولیس اسٹیشن میں درج کروائی گئی تھی۔

آمنہ کے سلسلے میں اس کے ورثا نے آمنہ کے ایک دوست قیصر پر شبہ ظاہر کیا تھا۔

اور اخبار کی خبر کے مطابق پولیس قیصر کو تلاش کر رہی تھی۔

پولیس قیصر کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو سکی تھی یا نہیں اس کے متعلق تو عمران کو پولیس اسٹیشن پہنچکر ہی معلوم ہو سکتا تھا۔

چنانچہ اس نے پہلے سول لائن پولیس اسٹیشن ہی جانے کا فیصلہ کیا۔

فلیٹ سے نیچے آکر اس نے گیراج سے ٹوسیٹر نکالی اور اس پر سوار ہو کر سول لائن پولیس اسٹیشن کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہاں پہنچنے میں اسے تقریباً بیس منٹ لگے تھے۔

وہاں پہنچکر کر اسے معلوم ہوا کہ ایس ایچ او صاحب ابھی تک اپنے گھر سے تشریف نہیں لائے اور عمران کو تقریباً نصف گھنٹے تک اس کا انتظار کرنا پڑا۔ ایس ایچ او عمران کا شناسا ہی نکلا۔

"ہیلو، عمران صاحب۔ کہئے کیسے آنا ہوا۔"

"تم کب سے اس تھانے میں ہو۔" عمران نے پوچھا۔

"تقریباً ڈھائی سال ہو چکے ہیں۔ کیوں خیریت۔" ایس ایچ او نے پوچھا۔

عمران نے جب سے ایک پولیس انسپکٹر کی پٹائی اور آئی جی کی بے عزتی کی تھی اس وقت سے دارالحکومت کے تمام پولیس آفیسر اس سے محتاط رہنے لگے تھے۔

"ہاں۔ خیریت ہے۔ تمہیں یاد ہوگا کہ تقریباً ڈیڑھ دو سال قبل یہاں آمنہ نامی لڑکی کے اغوا کی رپورٹ درج کروائی گئی تھی اور قیصر نامی ایک نوجوان پر شبہ ظاہر کیا گیا تھا۔" عمران نے کہا۔

"جی ہاں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ اس کیس کی تفتیش میں نے ہی کی تھی۔" انسپکٹر بولا۔

"تو پھر نتیجہ کیا نکلا۔"

"کچھ بھی نہیں۔ شبہ کی بنیاد پر ہم نے قیصر کو حراست میں لے کر تفتیش کی تھی لیکن وہ بے قصور نکلا۔ آمنہ کے متعلق معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ کہاں غائب ہو گئی۔ میں نے اس وقت بھی اس شبہ کا اظہار کیا تھا کہ وہ اپنے کسی اور دوست کے ساتھ فرار ہو گئی ہے۔"

"فائل بند کر دیا گیا ہے کیا۔؟"

"جی نہیں۔ فائل اب بھی کھلا ہے کیونکہ اس کا باپ وقتاً فوقتاً اپنی لڑکی کے اغوا کے سلسلے میں حکام بالا کو درخواستیں دیتا رہتا ہے اس نے متعدد بار پولیس پر بھی یہ الزام عائد کیا ہے کہ پولیس صحیح رُخ پر تفتیش نہیں کر رہی اس نے قیصر سے پیسہ لیکر اسے چھوڑ دیا ہے جبکہ اصل مجرم وہی ہے۔"

"ہو سکتا ہے ان کا خیال درست ہی ہو۔" عمران مسکرایا۔

"نہیں عمران صاحب۔ یہ خیال غلط ہے۔ قیصر واقعی بے قصور تھا۔"

"کیا تم مجھے قیصر اور آمنہ کے باپ کا پتہ بتا سکو گے۔"

"ہاں۔ کیوں نہیں۔ آمنہ کے والدین لیاقت اسٹریٹ کی پندرہ نمبر کوٹھی میں رہتے ہیں اس کے والد کا نام رئیس احمد ہے اور قیصر کنگن لین کے ایک فلیٹ میں رہتا تھا لیکن عرصہ ہوا وہ یہ شہر چھوڑ کر جا چکا ہے۔"

"اوہ۔ یہ کب کی بات ہے۔" عمران چونک گیا۔

"رپورٹ درج کروانے کے تقریباً ایک ماہ بعد۔" انسپکٹر نے بتایا۔

"کیا یہ شہر چھوڑنے سے پہلے اس نے تمہیں بتایا تھا۔"

"جی نہیں، ہمیں تقریباً ایک ہفتہ بعد پتہ چلا تھا کہ وہ شہر چھوڑ چکا ہے۔"

"اور اس کے باوجود تم اسے بے قصور سمجھتے ہو اگر کسی زیر تفتیش کیس کا کوئی مشتبہ آدمی اس طرح اطلاع دیئے بغیر غائب ہو جاتا ہے تو اس کا ایک ہی مطلب ہو سکتا ہے کہ وہ کسی نہ کسی طریقے سے کیس میں ملوث ہے۔ لیکن تم اب بھی اسے بے قصور گردان رہے ہو۔"

عمران اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔

"میری تفتیش یہ ہی بتاتی تھی کہ وہ بے قصور ہے اس لئے میں نے اسے تلاش کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔" انسپکٹر نے نظریں چراتے ہوئے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ انسپکٹر۔ میں حکام بالا کی ہدایت کے مطابق اس کیس کی تفتیش کر رہا ہوں۔ اگر آمنہ کے والد کا یہ شبہ درست نکلا کہ تم نے

پیسے لیکر قیصر کو چھوڑ دیا تو تمہارا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوگا۔"

عمران کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

انسپکٹر کے چہرے کے تاثرات یکدم بدل گئے۔

عمران نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا اور اس کے دفتر سے باہر نکل آیا۔

کچھ ہی دیر بعد اس کی ٹوسیٹر لیاقت اسٹریٹ کی طرف جا رہی تھی۔ وہ آمنہ کے والدین سے ملاقات کرنا چاہتا تھا۔

Waqar Azeem Pakistanipoint.Com

آمنہ کا باپ رئیس احمد عمران کے ساتھ بڑے اخلاق سے پیش آیا اور جب عمران نے اپنی آمد کا مقصد بیان کیا تو اس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ نکلے۔

"مجھے افسوس ہے میں نے آپ کے پرانے زخموں کو چھیڑ دیا ہے لیکن کیس کی صحیح تحقیقات کرنے کیلئے آپ سے معلومات حاصل کرنا بہت ضروری تھا اس کے بغیر ہم آگے نہیں بڑھ سکتے۔" عمران بولا۔

"عمران صاحب یہ زخم تو میرے مرنے تک ہرا ہی رہے گا۔ آمنہ مر جاتی تو شاید میں یہ صدمہ صبر و سکون کے ساتھ برداشت کر لیتا لیکن اس واقعہ سے جو صدمہ ہوا ہے اسے تو ہم زندگی بھر نہیں بھلا سکیں گے۔" رئیس احمد نے افسردہ لہجے میں کہا۔

"دراصل بات یہ ہے رئیس احمد صاحب کہ گذشتہ دو سال کے دوران لڑکیوں کے اغوا کی بہت سی وارداتیں رونما ہو چکی ہیں اور پولیس کسی بھی ملزم کو گرفتار نہیں کر سکی اور اسی لئے اعلیٰ سطح پر ان کیسز کی تحقیقات کی جا رہی ہے۔

"پولیس کسی ملزم کو گرفتار بھی کیسے کر سکتی ہے جبکہ پولیس کو لمبی لمبی رقمیں ملتی ہیں۔ آمنہ کے اغوا کے سلسلے میں میں نے اس کے ایک دوست قیصر پر شبہ ظاہر کیا تھا۔ پولیس نے پہلے تو اسے حراست میں لے لیا تھا لیکن دوسرے روز اسے بغیر کسی ضمانت کے رہا کر دیا اور اس کے چند ہی روز بعد وہ غائب ہو گیا۔ میں نے پولیس انسپکٹر سے رابطہ قائم کیا تو اس نے مجھے الٹا یہ کہکر ڈانٹ دیا کہ قیصر بے قصور تھا اور میری لڑکی آمنہ اپنے کسی آشنا کے ساتھ فرار ہو گئی ہے۔"

"کیا آپ آمنہ کے دوستوں کے متعلق بتا سکیں گے۔" عمران بولا۔

"ہاں۔ کیوں نہیں۔"

رئیس احمد، عمران کو اپنی بیٹی آمنہ کے دوستوں کے متعلق بتانے لگا جو آمنہ سے زیادہ قریب تھے اور نائٹ کلبوں میں ملاقات کے علاوہ گھر پر بھی آیا کرتے تھے۔

قیصر کے متعلق رئیس احمد نے بتایا کہ آمنہ سے اس کی پہلی ملاقات اغوا کی واردات سے صرف تین ماہ پہلے لیڈو نائٹ کلب میں ہوئی تھی۔ اس ملاقات کے بعد ان کی دوستی گہری ہو گئی اور وہ اکثر گھر پر بھی آنے لگا۔

وہ خود کنگس لین پر ایک فلیٹ میں رہتا تھا۔ مجھے تو آج تک اس کے فلیٹ پر جانے کا اتفاق نہیں ہوا لیکن آمنہ اکثر وہاں جاتی رہی ہے۔ جب آمنہ غائب ہوئی تو قیصر بھی دو دن تک لاپتہ رہا۔ اس کے پڑوسیوں سے پوچھنے پر پتہ چلا تھا کہ آمنہ غائب ہونے سے ایک روز قبل اس کے فلیٹ پر آئی تھی۔ لیکن تھوڑی دیر بعد ہی واپس چلی گئی تھی اس سے اگلے روز قیصر صبح اپنے فلیٹ

سے نکلا تھا اور پھر دو دن کے بعد ہی واپس لوٹا تھا۔

میں نے قیصر سے ملاقات کر کے اس سے آمنہ کے متعلق دریافت کیا لیکن اس نے بتایا کہ اس نے دو تین دن سے آمنہ کو نہیں دیکھا اس نے اس سے بھی انکار کر دیا کہ تین روز قبل آمنہ اس کے فلیٹ پر آئی تھی۔

اس نے فلیٹ سے دو دن غیر حاضر رہنے کا یہ جواز پیش کیا کہ وہ اپنے بزنس کے سلسلے میں بلاس پور گیا تھا۔ مجھے آج تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس کا بزنس کیا تھا۔

اس کے بعد میں نے پولیس میں رپورٹ درج کرا دی اور قیصر پر آمنہ کے اغوا کا شبہ ظاہر کیا۔ پولیس نے رپورٹ درج کرنے کے تین دن بعد قیصر کو حراست میں لے لیا لیکن اگلے روز چھوڑ دیا۔ بغیر کسی ضمانت کے۔ پولیس انسپکٹر کیس کی صحیح تحقیقات کرنے کی بجائے الٹا ہمیں پریشان کرتا رہا اور اس کے ایک ماہ بعد پتہ چلا کہ قیصر فلیٹ چھوڑ کر اس شہر سے جا چکا ہے۔ میں نے پولیس انسپکٹر سے قیصر کے متعلق بتایا تو اس نے الٹا مجھے ہی جھڑک دیا۔"

"ایک سوال پوچھ رہا ہوں۔ اگر آپ برا نہ مانیں تو یہ سوال صحیح تحقیق میں مدد دینے کے لئے بہت ضروری ہے۔" عمران اس کے خاموش ہونے پر بولا۔

"ہاں ہاں۔ پوچھئے۔"

"کیا آپ کی بیٹی آمنہ ایسی تھی کہ وہ آپ کی عزت کی پرواہ کئے بغیر اپنے کسی دوست کے ساتھ فرار ہو جائے۔" عمران نے پوچھا۔

"نہیں عمران صاحب! آمینہ ایسی نہیں تھی۔ یہ میں اس لئے نہیں کہہ رہا کہ وہ میری بیٹی ہے۔

میں نے اسے ہر طرح کی آزادی ضرورت دے رکھی تھی لیکن وہ ایسی ہرگز نہیں تھی کہ ماں باپ کی عزت نیلام کر دیتی۔

اس سلسلے میں ایک مثال پیش کروں گا۔ تقریباً دو سال قبل وہ اپنے ایک بوائے فرینڈ کے ساتھ اس کے گھر چلی گئی۔ آمینہ کا وہ دوست اس سے بہت قریب تھا اور دل میں اس سے کچھ غلط قسم کی توقعات وابستہ کئے ہوئے تھا۔

اس روز اس کے گھر والے شادی کی ایک تقریب میں گئے ہوئے تھے اور وہ دھوکے سے آمینہ کو اپنے گھر لے گیا۔

وہاں اس نے پہلے تو محبت جتا کر آمینہ سے مطلب برآری کی کوشش کی لیکن جب آمینہ نہیں مانی تو دست درازی پر اتر آیا جس پر آمینہ نے اسکے گھر پر ہی اس کی پٹائی کر ڈالی۔

اگر آمینہ کمزور کردار کی مالک ہوتی تو اس روز اپنی عزت کھو بیٹھتی۔ لیکن اس نے اس کے برعکس اپنے اس دوست کی پٹائی کرنے کے بعد اس واقعہ کی روئیداد گھر میں اپنی والدہ کو بھی سنا دی۔

"کہیں ایسا تو نہیں کہ آمینہ کے اسی دوست نے اپنی بے عزتی کا بدلہ لینے کے لئے آمینہ کو اغوا کر لیا ہو۔" عمران نے پوچھا۔

"نہیں۔ کیونکہ وہ اس واقعہ کے ایک ہفتہ بعد ہی جرمنی چلا گیا تھا۔ وہاں پہنچ کر اس

نے آمینہ کو ایک ندامت بھرا خط بھی لکھا تھا۔" رئیس احمد نے بتایا۔

"کیا آپ قیصر کا حلیہ بتا سکیں گے۔"

"ہاں۔ کیوں نہیں۔"

رئیس احمد نے قیصر کا حلیہ بتا دیا جسے سنکر عمران نے ڈائری میں نوٹ کر لیا اور کچھ دیر بعد وہ اس سے اجازت لے کر چلا آیا۔

رئیس احمد کی کوٹھی سے نکلنے کے بعد اس کی ٹوسیٹر کا رخ شالدرہ پولیس اسٹیشن کی طرف تھا۔ جہاں خانم کے اغوا کی رپورٹ درج کروائی گئی تھی۔

شالدرہ پولیس اسٹیشن سے خانم جہاں کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ اسی محلہ کے ایک دولت مند گھرانے کی لڑکی تھی۔

انتہائی آزاد خیال اور فیشن پرست، جس کا زیادہ وقت اپنے بوائے فرینڈز کے ساتھ بڑے بڑے ہوٹلوں اور نائٹ کلبوں میں گزرتا تھا۔

گمشدگی سے چند روز قبل وہ ایک اور فیشن پرست نوجوان عورت کے ساتھ متعدد بار دیکھی گئی تھی۔ گمشدگی والے روز صبح سویرے وہ عورت ان کے گھر آئی۔

نو بجے کے قریب خانم جہاں اس فیشن ایبل عورت کے ساتھ گھر سے نکلی ..... اور لوٹ کر نہیں آئی۔

اس عورت کے متعلق خانم جہاں کے گھر والے صرف اتنا ہی جانتے ہیں کہ وہ ان کی بیٹی کی نئی دوست تھی۔

اور وہ کون تھی اور کہاں رہتی تھی اس کے متعلق اور اس کے گھر والوں

کے متعلق کوئی نہیں جانتا تھا۔ انھوں نے اس عورت پر ہی خانم جہاں کے اغوا کا شبہ ظاہر کیا تھا۔

پولیس کی تحقیقات کے بعد یہ بات سامنے آئی تھی کہ اس روز صبح دس بجے انھیں سنٹرل ریلوے اسٹیشن پر بلاس پور جانے والی ایکسپریس ٹرین میں سوار ہوتے دیکھا گیا تھا۔

یہ بات خانم جہاں کے ایک محلہ دار نے دوران تفتیش پولیس کو بتائی تھی جو اسی روز شام نگر کی ٹرین سے وہاں پہنچا تھا۔

پولیس کی ایک تفتیشی پارٹی بلاس پور گئی تھی۔

لیکن وہاں سے کچھ نہ معلوم ہو سکا جس کی وجہ سے پولیس پارٹی کو ناکام ہی لوٹنا پڑا۔

اور نتیجہ کے طور پر پولیس نے اس کیس میں دلچسپی لینا چھوڑ دی۔

عمران پولیس انسپکٹر سے خانم جہاں کے گھر کا پتہ معلوم کر کے وہاں پہنچ گیا۔

لیکن وہاں سے بھی اسے کوئی خاص بات معلوم نہ ہو سکی۔ عمران نے جب خانم جہاں کی دوست کا حلیہ دریافت کیا تو اس کی چھوٹی بہن چونکے ہوئے انداز میں بولی۔

"اوہ۔ میرے پاس اس کی ایک تصویر ہے۔ وہ تصویر خانم باجی نے گمشدگی سے چند روز قبل ہی اس عورت کے ساتھ کھنچوائی تھی۔ اس کی ایک کاپی میرے پاس موجود ہے۔"

"آپ مجھے وہ تصویر دکھا دیجئے۔" عمران نے کہا۔

خانم جہاں کی بہن دس پندرہ منٹ کے بعد کارڈ سائز کی ایک تصویر لے آئی۔

یہ دو عورتوں کی تصویر تھی۔ ایک تو نوجوان لڑکی تھی خوبصورت نقوش والی اور دوسری عمر میں بڑی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ یہ آپ کی باجی خانم جہاں ہے۔" عمران نے نوجوان لڑکی کی تصویر کی طرف اشارہ کیا۔

"جی ہاں۔ آپ نے ٹھیک پہچانا۔ یہ خانم باجی ہیں اور یہ دوسری ان کی دوست جس پر ہمیں شبہ ہے کہ یہ ہی باجی کو ورغلا کر لے گئی ہے۔" خانم جہاں کی بہن نے بتایا۔

"ٹھیک ہے۔ کیا آپ یہ تصویر چند روز کے لئے مجھے دے سکتی ہیں؟"

"کیوں نہیں۔ لے جائیے لیکن جب آپ کا کام ہو جائے تو لوٹا دیجئے۔"

"بہتر ہے۔ کوشش کروں گا کہ آپ کی باجی بھی لوٹ سکے۔" عمران کہتا ہوا اٹھ گیا۔

مکان سے باہر نکل کر وہ ٹو سیٹر پر سوار ہوا اور اسے اسٹارٹ کر کے ایک جھٹکے سے آگے بڑھا دیا۔

یہاں اگرچہ اس کی ملاقات خانم کے ماں باپ سے نہیں ہو سکی تھی کیونکہ وہ کہیں باہر گئے ہوئے تھے لیکن خانم کی چھوٹی بہن ہی سے جو کچھ معلوم ہو گیا تھا وہی کافی تھا۔

اس وقت دوپہر کے دو بجنے والے تھے عمران نے فلیٹ پر جانے کی بجائے ٹوسیٹر کا رخ دانش منزل کی طرف موڑ دیا۔ سوا دو بجے کے قریب وہ دانش منزل پہنچ گیا۔ یہاں بلیک زیرو کھانا کھانے کی تیاری کر رہا تھا۔ عمران بھی اس کے ساتھ شامل ہو گیا۔

کھانے سے فارغ ہو کر بلیک زیرو نے ایک فائل اس کے سامنے لا کر رکھ دیا۔

اس فائل میں اخبارات کے وہ تراشے تھے جن میں ملک کے مختلف حصوں سے اغوا ہونے والی لڑکیوں کی خبریں درج تھیں۔

بلیک زیرو نے ترتیب وار ایک الگ کاغذ پر ان کی فہرست مرتب کر ڈالی تھی جن میں اغوا ہونے والی لڑکیوں کے وہ کوائف میں درج تھے جو اخبارات میں شائع ہوئے تھے۔

عمران نے فہرست دیکھی۔ اس میں پینتیس لڑکیوں کے نام درج تھے جو ملک کے مختلف شہروں سے اغوا کی گئی تھیں۔ ان میں چھ لڑکیاں دارالحکومت سے تعلق رکھتی تھیں۔ اس طرح گذشتہ دو سال میں دارالحکومت سے اغوا ہونے والی لڑکیوں کی کل تعداد آٹھ اور پورے ملک سے چھبیالیس تھی۔

اور عمران کو یقین تھا کہ ان میں سے اب تک نہ تو کوئی لڑکی برآمد ہو سکی ہوگی اور نہ ہی پولیس کسی ملزم کو گرفتار کر سکی ہوگی۔

جن شہروں سے لڑکیاں اغوا کی گئی تھیں وہ سب بڑے بڑے شہر تھے اور ان کی تعداد دس تھی۔

عمران نے بلیک زیرو کو ہدایت کی کہ ٹیم کے ہر ممبر کو ایک ایک شہر کی اغوا شدہ لڑکیوں کی فہرست دے کر انھیں آج ہی تحقیقات کے لئے ان شہروں کو روانہ کر دیا جائے۔

عمرانہ اور جولیا کو بھی یہ ذمہ داری سونپ دی جائے۔ اس نے بلیک زیرو کو بتایا کہ وہ خود آج شام بلاس پور جا رہا ہے۔

اس طرف سے فارغ ہونے کے بعد عمران بلاس پور روانہ ہو گیا۔ بلاس پور تقریباً ڈیڑھ سو میل کے فاصلے پر تھا۔ شام کو دارالحکومت سے روانہ ہونے والی ٹرین نے اسے رات ساڑھے گیارہ بجے بلاس پور پہنچا دیا۔

بلاس پور روانہ ہونے سے پہلے عمران نے چہرے پر میک اپ کی تہہ چڑھا لی تھی۔

چنانچہ بلاس پور پہنچ کر وہ ظہیر عباس کے ہاں جانے کی بجائے ایک ٹیکسی پر سوار ہو کر صرافہ بازار کی طرف روانہ ہو گیا۔ اسی بدنام علاقہ میں دارا کا نائٹ کلب واقع تھا۔

یہاں اس نے ایک ہوٹل میں قیام کیا جہاں غنڈوں کا تسلط تھا۔ وہ خود بھی حلیہ سے غنڈہ اور چھٹا ہوا بدمعاش ہی لگ رہا تھا۔

کمرے میں غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر اس نے لباس تبدیل کیا اور کمرے کو تالا لگا کر نیچے آ گیا۔ آتے ہوئے اس نے اپنا ریوالور بغلی ہولسٹر میں اڑس لیا تھا۔

ہال میں تمام غنڈہ ٹائپ افراد ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں کچھ فاحشہ

قسم کی عورتیں بھی تھیں۔ ہال کے ایک طرف بار کونٹر تھا اور دوسری طرف دوسرا کونٹر تھا جس کے پیچھے منیجر ٹائپ کا ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ حلیہ سے وہ بھی چھٹا ہوا بدمعاش ہی لگتا تھا۔

عمران کونٹر پر جا کر کھڑا ہو گیا۔

کونٹر کے پیچھے بیٹھا ہوا منیجر نما وہ بدمعاش چند لمحوں تک کھا جانے والی نظروں سے عمران کو دیکھتا رہا پھر اکھڑ لہجے میں بولا۔

"کیا بات ہے۔ کیا مانگتا ہے۔؟"

"دارانائٹ کلب کس طرف ہے۔" عمران نے بھی اکھڑ لہجے میں پوچھا۔

"جاؤ۔ باہر سے راستہ معلوم کرو۔ ہم کوئی تمہارے باپ کا نوکر ہے۔"

"تمیز سے بات کرو شلغم کی اولاد۔"

"کیا۔ کیا بولا۔؟" منیجر یکدم اٹھ کھڑا ہوا۔

"جو لوگ میرے ساتھ بدتمیزی سے پیش آتے ہیں انھیں ایسی سزا دیا کرتا ہوں۔" کہنے کے ساتھ ہی عمران نے ایک گھونسہ اسکے جبڑے پر رسید کر دیا۔

منیجر لڑکھڑا کر پچھلی دیوار سے ٹکرا گیا۔ دیوار کے ساتھ الماری میں چینی کے برتن رکھے ہوئے تھے دھن میں سے نصف برتن چھناکے کی آواز کے ساتھ ٹوٹ گئے۔

ہال میں بیٹھے ہوئے تمام لوگ اس طرف متوجہ ہو گئے۔ منیجر بھی پھرتی کے ساتھ کونٹر سے باہر نکل آیا۔

"گلشن بدمعاش پر ہاتھ اٹھا کر تم نے اپنی موت کو دعوت دی ہے چھوکرے! اب تم زندہ حالت میں یہاں سے باہر نہیں نکل سکو گے۔"

"گلشن بدمعاش۔ میں تو اس گلشن کا حلیہ بگاڑ دوں گا۔" عمران نے بھی تاؤ دلانے والے لہجے میں کہا۔

ہال میں بیٹھے ہوئے لوگ کچھ ہوشیار ہو گئے کیونکہ وہ گلشن بدمعاش کو اچھی طرح جانتے تھے اور انھیں اس نوجوان پر افسوس ہو رہا تھا جو نادانستگی میں گلشن پر ہاتھ اٹھا بیٹھا تھا اور شاید اسی خیال کے تحت دو آدمی اٹھ کر ان کے درمیان آ گئے اور گلشن سے اس نوجوان کی غلطی معاف کر دینے کی درخواست کرنے لگے۔

"ہٹ جاؤ۔ مجھے تم لوگوں کی ہمدردیوں کی ضرورت نہیں۔ شاہو نے آج تک کسی بدتمیزی کو برداشت نہیں کیا۔" عمران نے ان دونوں کو ایک طرف دھکیل دیا۔

اس دوران گلشن کے تین چار گرگے مختلف میزوں سے اٹھ کر عمران کی طرف بڑھے لیکن گلشن نے انھیں روک دیا۔

"نہیں۔ اس نے میرے اوپر ہاتھ اٹھایا ہے۔ اب اس کا ہاتھ میں ہی کاٹوں گا۔"

"اگر تم مجھے ہاتھ بھی لگا سکو تو میں اپنا ہاتھ خود کاٹ کر تمھاری خدمت میں پیش کر دوں گا۔" عمران تاؤ دلانے والے انداز میں مسکرایا۔

گلشن چند لمحوں تک خونخوار نظروں سے اسے گھورتا رہا پھر اچانک ہی اس نے عمران پر چھلانگ لگا دی۔ عمران بھی غافل نہیں تھا وہ اچھل کر ایک طرف ہٹ گیا۔ گلشن اپنی ہی جھونک میں آگے نکل گیا۔ پیچھے سے عمران نے اس کے کولہوں پر پیر کی ایک زوردار ٹھوکر رسید کر دی۔ گلشن ٹھوکر کھا کر لڑکھڑاتا ہوا ایک میز سے جا ٹکرایا۔

میز کے گرد کرسیوں پر بیٹھے ہوئے آدمی بدحواسی کے عالم میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ گلشن کے بوجھ سے میز بھی ٹوٹ کر نیچے گر گئی اور اس پر رکھے ہوئے برتن ایک

چھناکے کی آواز کے ساتھ ٹوٹ کر دور تک بکھر گئے۔

گلشن ایک جھٹکے کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا اور سانپ کی طرح پھنکارتا ہوا دوبارہ عمران پر جھپٹا۔ عمران اس مرتبہ پھر ایک طرف ہٹ گیا اور پہلے ہی کی طرح اسکے کولہوں پر ایک ٹھوکر بھی جمادی۔

اس مرتبہ دوسری طرف کی میز الٹ گئی تھی۔ گلشن اٹھ کر خونخوار نگاہوں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔ اس مرتبہ اس نے فوراً ہی حملہ نہیں کیا تھا بلکہ وہ سوچ رہا تھا کہ کس انداز میں حملہ کیا جائے۔

Pakistanipoint
Waqar
Azeem

"آؤ۔ آؤ۔ رک کیوں گئے۔ تم تو میرا ہاتھ کاٹنا چاہتے تھے۔" عمران نے تاؤ دلانے والے انداز میں کہا۔

گلشن چند لمحوں تک اس کی طرف دیکھتا رہا پھر اس نے عمران پر چھلانگ لگادی اس مرتبہ عمران اپنی جگہ پر جما رہا۔

گلشن نے جیسے ہی چھلانگ لگائی عمران نے ذرا سا نیچے جھک کر دونوں ہاتھوں سے اسے تھام لیا اور ایک جھٹکے کے ساتھ سر سے اوپر اٹھا کر اسے دور اچھال دیا۔

گلشن ایک میز کے اوپر جا گرا۔ اس میز کے گرد تین مرد اور ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی مرد تو اچھل کر ایک طرف ہٹ گئے لیکن وہ عورت گلشن اور میز کے ساتھ ہی نیچے گری۔ ساتھ ہی اس کے منہ سے ایک تیز چیخ نکل گئی۔

میز کے اوپر رکھے ہوئے برتن بھی ٹوٹ گئے۔ ایک گلاس کے ٹکڑے نے گلشن کی پیشانی زخمی کر دی جس سے خون ٹپکنے لگا۔ وہ ایک بار پھر ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا اور اندھا دھند عمران پر چھلانگ لگا دی۔

اس بار بھی عمران نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اب تو اس نے گلشن کو دم لینے کا موقع ہی نہ دیا بلکہ ٹھوکروں اور گھونسوں سے اسے پورے ہال میں نچاتا پھرا۔ گلشن ابھی تک عمران کو ایک ہاتھ بھی نہ ٹکا سکا تھا۔

گلشن بری طرح ہانپ رہا تھا۔ ہال کی تقریباً آدھی میزیں الٹ چکی تھیں۔ عمران گلشن کو اب بھی نچاتا پھر رہا تھا۔ یہاں تک کہ وہ ایک میز کے ساتھ ٹکرا کر گرا اور اٹھنے کی بجائے وہیں بیٹھ کر ہانپنے لگا۔

گلشن کی یہ حالت دیکھ کر ان غنڈوں میں سے دو آدمی بڑھ کر آگے آگئے جنھوں نے شروع میں عمران پر حملہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ عمران پھرتی سے انکی طرف پلٹ گیا۔

"نہیں نہیں استاد! ہم بری نیت سے آگے نہیں آئے۔ گلشن تو یاروں کا یار ہے۔ اس نے واقعی تمھارے ساتھ زیادتی کی تھی۔ ہمارا خیال ہے اب تم دونوں کو آپس میں دوستی کر لینی چاہیئے۔" ان میں سے ایک جلدی سے بولا۔

عمران کے لبوں پر بے اختیار مسکراہٹ آگئی۔

"اگر یہ ٹڈا میری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھائے گا تو فائدہ میں رہے گا۔ دارالحکومت شاہو کے نام سے کانپتا ہے۔ اگر یہ اپنے فیصلے پر نظر ثانی کر لے تو واپسی پر مجھے اس سے مل کر خوشی ہوگی۔" عمران کہتا ہوا ہال سے باہر نکل گیا۔

اس نے یہ دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی کہ اس لڑائی کی ابتدا میں ہال میں بیٹھے ہوئے جو لوگ اس پر ترس کھا رہے تھے اب تو صیغی نگاہوں سے اسے جاتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

عمران کو دارا نائٹ کلب تلاش کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی۔

وہ ٹہلتا ہوا تقریباً نصف گھنٹے میں وہاں پہنچ سکا تھا۔ جب وہ ہال میں داخل ہوا تو کونٹر کے بیرونی طرف کھڑے ہوئے ایک آدمی نے کونٹر کے دوسری طرف کھڑے ہوئے بارٹنڈر کو آنکھوں سے اشارہ کیا۔

اس شخص نے نظریں اٹھا کر عمران کی طرف دیکھا اور بار کونٹر سے نکل کر ایک دروازے میں داخل ہو گیا۔

ہال کی رونق عروج پر تھی۔ اس وقت اگرچہ رات کا ایک بج چکا تھا لیکن ہال میں کوئی بھی میز خالی نظر نہیں آ رہی تھی۔ یہ ایسا ہی علاقہ تھا جہاں کے دن سوتے ہیں اور راتیں جاگتی ہیں۔

ڈھلکے ہوئے جسم کی ایک رقاصہ بڑے بھدے انداز میں اچھل اچھل کر اپنے فن کا مظاہرہ کر رہی تھی اور اس کا مقصد رقص کرنا نہیں تھا بلکہ مختلف زاویوں سے اپنے نیم عریاں جسم کی نمائش تھی۔

عمران دروازے کے قریب رک کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ ہال میں بیٹھے ہوئے بہت سے لوگوں کی نظریں اس کی طرف اٹھ گئی تھیں۔ بعض نگاہوں میں حیرت و

تجسس کے تاثرات تھے اور بعض میں تعریف و توصیف کی جھلک نظر آ رہی تھی۔

عمران میزوں کے درمیان چکراتا ہوا ہال کے آخری سرے پر میز کی طرف بڑھنے لگا جہاں صرف دو آدمی بیٹھے نظر آ رہے تھے۔

وہ جیسے ہی مینڈک کی طرح پھدکتی ہوئی رقاصہ کے قریب سے گذرا رقاصہ اچھل کر اس کے سامنے آ گئی اور اس نے اچانک ہی اپنی باہیں عمران کے گلے میں حمائل کر دیں۔

عمران کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آ گئی۔ اس نے رقاصہ کے دونوں بازو تھام لیے۔

اور پھر نجانے اس نے کیا حرکت کی کہ رقاصہ چیخ کر اچھلتی ہوئی دور جا گری اور متوحش نگاہوں سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

عمران مسکرا کر اس کی طرف دیکھتا ہوا اس میز کے قریب پہنچ گیا جہاں صرف دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے اور باقی دو سیٹیں خالی تھیں۔

"کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں" عمران باری باری ان دونوں کی طرف دیکھنے لگا۔

"ہاں، ہاں کیوں نہیں شاہو دادا۔ تمہاری خدمت کر کے ہمیں خوشی ہوگی"۔ ان میں سے ایک نے دانت نکال دیئے۔

عمران اس کے منہ سے شاہو کا نام سن کر چونک گیا۔ اس کے منہ سے بے اختیار ایک ٹھنڈا سانس نکل گیا۔ اس کا نام اس سے پہلے ہی یہاں پہنچ چکا تھا اب وہ لوگوں کی ان نگاہوں کا مطلب بھی سمجھ گیا جو ہال میں داخل ہونے کے بعد اس کی طرف اٹھی تھیں۔

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

"کہو دوستو! کیا پیو گے؟"

عمران نے کرسی پر بیٹھنے کے بعد ان دونوں سے پوچھا۔

"یہ خدمت کرنا تو ہمارا حق ہے شاہو دادا۔" ان میں سے ایک خوشامدانہ لہجے میں بولا۔

"شاہو نے کبھی کسی پر بوجھ بننا پسند نہیں کیا۔ اور ہاں۔ تم مجھے داد انہیں کہو گے۔ صرف شاہو۔" عمران بولا۔

"بہت اچھا" وہ دونوں بیک وقت بولے۔

عمران نے قریب سے گذرتے ہوئے ایک ویٹر کو بلا کر ان دونوں کے لئے وہسکی اور اپنے لئے کافی لانے کی ہدایت کی۔

"ارے استاد! تم وہسکی نہیں پیو گے؟"

"نہیں۔ میں نے آج تک شراب نہیں چکھی۔ اگر میں شراب پینا شروع کر دوں تو شاہو کی بجائے چوہا کہلاؤں۔ میری نصیحت مانو۔ تم لوگ بھی شراب چھوڑ دو یہ انسان کو ختم کر دیتی ہے۔" عمران نے انھیں ہدایت کی۔

"کیا کریں استاد! چھوٹتی نہیں یہ کافر منہ سے لگی ہوئی۔" ان میں سے ایک مسکرایا۔

"تمھاری مرضی۔" عمران بھی مسکرا دیا۔

کچھ دیر بعد ویٹر نے ان کی میز پر وہسکی کی بوتل، دو گلاس اور ایک کافی لا کر رکھ دی۔ عمران نے بوتل اور گلاس ان دونوں کی طرف سرکا دیئے اور خود کافی پینے لگا۔ ان دونوں نے گلاس میں شراب انڈیلی۔ دونوں گلاس

آپس میں ٹکرائے اور عمران کی صحت کا جام تجویز کر کے ہونٹوں سے لگا لیے۔

عمران نے کافی کا کپ نصف کے قریب ہی ختم کیا تھا کہ دو آدمی اس کی میز کے قریب آ کر کھڑے ہوئے۔

ان میں سے ایک تو بار ٹنڈر تھا دوسرا لمبے قد کا کسرتی جسم کا مالک جس کی گردن پر زخم کا ایک پرانا نشان نظر آ رہا تھا۔ ایک نشان اس کی پیشانی پر بھی موجود تھا۔

ان دونوں کو دیکھ کر عمران کی میز پر بیٹھے ہوئے وہ دونوں غنڈے یکدم گھبرا گئے۔

ان کے چہروں کے رنگ اچانک ہی متغیر ہو گئے تھے اور وہ دونوں اپنے گلاس میز پر رکھ کر کھڑے ہو گئے لیکن عمران اطمینان سے بیٹھا رہا۔

بار ٹنڈر کے ساتھ آنے والا دراز قامت شخص دیر تک عجیب سی نگاہوں سے عمران کی طرف دیکھتا رہا پھر عمران کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔

"تم دارالحکومت سے آئے ہو لیکن میں نے کبھی تمہارا نام نہیں سنا۔" اس نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"شاہو شہرت کا بھوکا نہیں۔"

عمران نے اکھڑ لہجے میں جواب دیا۔

"میرا نام دارا ہے۔ اس علاقے میں میرا سکہ چلتا ہے۔ میں گلشن کی طرح بیوقوف بھی نہیں ہوں کہ بہادر آدمیوں کو بلاوجہ اپنا دشمن بنا لوں میں بہادروں کی قدر کرتا ہوں۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو۔ صاف صاف کہو۔"

عمران نے لاپرواہی کا مظاہرہ کیا۔

"میں تمھاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں۔ تم میرے ساتھ رہ کر خوش رہو گے۔"

"شاہو نے آج تک کسی کی ماتحتی قبول نہیں کی۔ رہا دوستی کا سوال تو میں صرف اس شخص سے دوستی کا قائل ہوں جس کی طاقت آزما لوں۔ میں برابر کی دوستی کا قائل ہوں۔"

"میں نے شاید تمھیں بتایا تھا کہ میں بلاس پور کا بے تاج بادشاہ کہلاتا ہوں۔"

دارا کے چہرے کے تاثرات یکدم بدل گئے۔

"اگر تمھارے سر پر تاج بھی ہوتا تو میری صحت پر کوئی فرق نہیں پڑ سکتا تھا۔"

عمران نے اسی کے لہجے میں جواب دیا۔

"یہاں کیا لینے آئے ہو۔"

دارا نے اکھڑ لہجے میں پوچھا۔

"صرف جوا کھیلنے کے لئے، اس کے علاوہ میری آمد کا کوئی مقصد نہیں ہے۔"

"تو ٹھیک ہے۔ تم صرف جوا کھیلو گے۔ کوئی ہوشیاری دکھانے کی کوشش کی تو یہاں سے زندہ واپس نہیں جا سکو گے۔"

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

دارا نے اسے گھورا۔

"میں جوئے میں بے ایمانی پسند نہیں کرتا۔ اگر تمھارے آدمیوں میں سے کسی نے شارپنگ کی کوشش کی تو۔۔۔۔ تم سمجھ سکتے ہو کہ میرا نام بھی شاہو ہے۔"

"دھمکی دے رہے ہو۔"

دارا نے اسے گھورا۔

"نہیں صرف مشورہ دے رہا ہوں کہ اپنے آدمیوں کو سمجھا دو کہ میرے ساتھ کھیلتے ہوئے چالاکی دکھانے کی کوشش نہ کریں۔ عمران مسکراتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

دارا اسے گھور کر رہ گیا۔

عمران مسکراتا ہوا اس ہال کی طرف بڑھ گیا جس کے دروازے پر گیمبلرز کی پلیٹ لگی ہوئی تھی۔

دروازے پر پہنچ کر عمران نے مسکراتے ہوئے پیچھے گھوم کر دارا کی طرف دیکھا اور اندر داخل ہو گیا۔

یہاں وسیع ہال میں مختلف میزوں پر جوا ہو رہا تھا۔ جوا کھیلنے کے طریقے بھی مختلف تھے۔ کہیں تاش کے ذریعہ کھیلا جا رہا تھا اور کہیں مشینوں کے ذریعہ۔

عمران ایک ایسی میز کے پاس رک گیا جس پر فلاش ہو رہا تھا اس میز پر لمبی بازی ہو رہی تھی۔

عمران وہاں رک کر چند لمحوں تک بازی دیکھتا رہا پھر نظریں گھما کر ہال کا جائزہ لینے لگا۔

تماشہ والی میزیں آٹھ تھیں اور ہر میز پر دارا کا ایک آدمی نظر آ رہا تھا۔ عمران انھیں جانتا تو نہیں تھا لیکن اس نے انداز ے ہی سے انھیں پہچانا تھا۔

اس میز کی بازی جلد ہی ختم ہو گئی۔ ہارنے والا ایک ٹھنڈا سانس لے کر اٹھ کھڑا ہوا تو عمران نے اس کی سیٹ سنبھال لی۔

اس ہال میں بھی اطلاع پہنچ چکی تھی کہ دار الحکومت کا بدمعاش شاہو بازی لگانے کے لئے آیا ہے۔

یہی وجہ تھی کہ ان کے میز کے گرد بھیڑ سی لگ گئی۔ اس بھیڑ میں دو نیم عریاں لباس میں ملبوس فاحشہ قسم کی لڑکیاں بھی تھیں۔

ظاہر ہے کہ یہ لڑکیاں بھی دارا ہی کے گروہ کی تھیں۔ ان میں سے ایک لڑکی عمران کی کرسی کے پیچھے کھڑی تھی اور دوسری عمران کے بالمقابل بیٹھے ہوئے شخص کی کرسی کے پیچھے۔

عمران کی کرسی کے پیچھے جو لڑکی کھڑی تھی اس نے گلے میں ایک بڑا سا لاکٹ پہن رکھا تھا جس میں آئینہ جڑا ہوا تھا۔

دائیں بائیں کی سیٹوں پر بھی دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان تینوں میں عمران کا اندازہ تھا کہ اس کے مقابل کا آدمی دارا ہی کا گرگا ہے اور اصل گیم اسی سے رہے گی۔

ان دونوں نے جانچنے والی نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

پھر۔

عمران کے مدمقابل نے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر میز پر رکھ دی۔

عمران نے بھی کوٹ کی اندرونی جیب سے بڑے نوٹوں کی دو گڈیاں نکال کر میز پر رکھ دیں اور ان کی دیکھا دیکھی دوسرے دو آدمیوں نے بھی ایسا ہی کیا۔

کھیل کے لئے نئی تاش منگوائی گئی۔ تاش عمران کے سامنے والے آدمی نے ہی سفل کیا۔

عمران نے کاٹا اور پتے تقسیم ہو گئے۔ بلائنڈ چل رہی تھی۔

ابھی تین چالیں ہوئی تھیں کہ عمران کے دائیں طرف بیٹھے ہوئے آدمی نے پتے اٹھا کر دیکھے اور انھیں میز پر پڑی ہوئی تاش کی گڈی پر پھینک دیا۔

عمران کے مقابل نے بلائنڈ ہی چلی۔ اس سے آگے بیٹھے ہوئے شخص نے پتے اٹھا لئے لیکن اس نے بھی پہلے کی طرح پتے پھینک کر اپنی شکست کا اعلان کر دیا۔

اب میدان میں صرف عمران اور دارا کا گرگا ہی رہ گیا تھا۔ دو چالیں مزید بلائنڈ کی چلی گئیں۔

پھر۔

عمران کے مدمقابل نے پتے اٹھا لئے اور ایک چال چل دی۔ عمران کو بھی پتے اٹھانے پڑے۔

اس کے پاس نہلے کا پیئر تھا۔ تیسرا پتہ پان کی بیگم تھی۔ پتے دیکھنے کے بعد عمران نے بھی چال چل دی۔

اس کے مدمقابل نے بھی یکے بعد دیگرے دو چالیں چلیں تیسری چال چلنے سے پہلے وہ سوچ میں ڈوب گیا۔

اور۔

اس طرح ایک ہی جگہ نظریں جما کر عمران کے سر کے اوپر دیکھنے لگا جیسے سامنے والی دیوار کو گھور رہا ہو۔

لیکن۔

درحقیقت نہ تو وہ سوچ رہا تھا اور نہ ہی سامنے والی دیوار کو گھور رہا تھا۔

اس کی نظریں تو عمران کی پشت پر کھڑی ہوئی لڑکی کے گلے میں جھولتے ہوئے لاکٹ پر جمی ہوئی تھیں۔ لاکٹ میں جڑے ہوئے آئینہ میں اسے عمران کے پتے صاف نظر آ رہے تھے۔

دو تین لمحات اس طرح گذر گئے۔ پھر اس شخص نے پتے پھینک دیئے۔

"جیتو پیارے۔!"

عمران نے بھی اپنے پتے تاش کی گڈی میں مکس کر دیئے اور نوٹوں

کا ڈھیر اپنے سامنے سمیٹ کر پیچھے مڑ کر دیکھنے لگا۔

پھر۔

اچانک ہی اس نے پیچھے کھڑی ہوئی لڑکی کے لاکٹ پر ہاتھ ڈال کر ایک جھٹکا دیا۔

لاکٹ ٹوٹ کر اس کے ہاتھ میں آگیا۔ ساتھ ہی لڑکی بھی اس کے اوپر گر گئی۔ اس کے منہ سے چیخ بھی نکل گئی تھی۔

عمران نے لڑکی کو کندھے سے پکڑ کر دور دھکیل دیا اور آئینے والے لاکٹ کو زور سے فرش پر پٹختا ہوا غرّایا۔

"میں نے دارا سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ میں کھیل میں کسی قسم کی بے ایمانی برداشت نہیں کر سکتا۔"

"کیسی بے ایمانی شاہو۔"

اس کا مدمقابل حیرت سے بولا۔

"نادان بننے کی کوشش مت کرو مسٹر! کیا تم اس کے لاکٹ کے آئینہ میں میرے پتے نہیں دیکھ رہے تھے۔ اس لڑکی کو صرف اسی مقصد کے لئے میری پشت پر کھڑا کیا گیا تھا۔"

"تمہیں دھوکہ ہوا ہے شاہو۔"

"جو کچھ بھی کہو۔ میں فیئر گیم کھیلنے کا عادی ہوں۔ ایسے بے ایمان لوگوں کے ساتھ بیٹھنا بھی گوارا نہیں کر سکتا۔"

عمران میز پر پڑے ہوئے نوٹ سمیٹ کر جیبوں میں ٹھونسنے لگا جو کم

سے کم بھی بیس ہزار کے قریب تھے۔

"تم یہ رقم لے کر نہیں اٹھ سکتے ہوشاہو! پوری بازی کھیلنی پڑے گی۔ یہ یہاں کا اصول ہے۔"

"میں صرف اپنے اصولوں کا پابند ہوں۔ کوئی مجھے اپنے اصولوں پر چلنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔"

عمران غرّایا۔

"یہ دار الحکومت نہیں، بلاس پور ہے اور دارا کا نائٹ کلب یہاں تمہیں ہمارے اصولوں پر ہی چلنا پڑے گا۔"

"ہم۔"

عمران نے ہنکارا بھرا پھر کنکھیوں سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بولا۔

"تم کہتے ہو تو مجبوری ہے۔"

اس شخص کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی اور وہ عمران کی طرف دیکھتا ہوا کرسی پر بیٹھ گیا۔

عمران بھی اس طرح نیچے کی طرف جھکنے لگا جیسے بیٹھنے لگا ہو۔ اس کے دونوں ہاتھ میز کے نیچے پہنچ گئے اور پھر دفعتاً اس نے ایک جھٹکے کے ساتھ میز الٹ دی۔

میز کا کنارہ سامنے کرسی پر بیٹھے ہوئے شخص سے ٹکرایا اور وہ کرسی سمیت پیچھے الٹ گیا۔ وہ شخص گری ہوئی میز اوپر سے ہٹا کر جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

"تم نے دارا کے شیر بہادر کو للکارا ہے شاہو! اب یہاں سے زندہ نہیں لوٹ سکو گے۔"

"بہت خوب۔ میں تمہاری بہادری ہی دیکھنا چاہتا ہوں۔" کہنے کے ساتھ ہی عمران نے اس پر چھلانگ لگا دی اور اسے رگیدتا ہوا دور تک لے گیا۔

قریب کھڑی ہوئی لڑکی بھی ان کی زد میں آ گئی تھی جو چیخ کر ایک طرف جا گری۔

بہادر نیچے تھا اور عمران اوپر۔ بہادر نے اس کے سینے پر پیر رکھ کر اسے اچھالنا چاہا۔

لیکن۔

عمران بڑے اطمینان سے اس کے کوٹ کا کالر پکڑے اٹھ کھڑا ہوا۔ بہادر بھی اس کے ساتھ ہی اوپر اٹھ رہا تھا۔ وہ جیسے ہی سیدھا ہوا عمران نے اس کے جبڑے پر ایک زوردار گھونسہ جڑ دیا۔ بہادر کراہتا ہوا پیچھے الٹ گیا۔

عمران اس پر جھپٹنا ہی چاہتا تھا کہ دائیں طرف سے بہادر کے ایک ساتھی نے اس پر چھلانگ لگا دی۔

عمران اس کی زد میں آنے سے بچنے کے لئے برقی سرعت سے بائیں طرف ہٹ گیا۔

اور۔

جھلانگ لگانے والا اپنی ہی جھونک میں ایک طرف کھڑے ہوئے آدمی سے جا ٹکرایا۔

دوسری طرف سے ایک اور غنڈے نے عمران پر چھلانگ لگادی لیکن عمران اس کی زد سے بھی بچ نکلا۔

اتنے میں بہادر اٹھ چکا تھا لیکن عمران نے اسے حملے کا موقع دیئے بغیر ہی اسے گھونسوں پر رکھ لیا۔

اور ــــ

اب تو عمران بھرکی، کی طرح گھوم رہا تھا۔ اسے قابو میں کرنے والے پہلے تین تھے لیکن اب چار ہو گئے تھے اور وہ لاتوں اور گھونسوں سے ان کی تواضع کر رہا تھا۔

اور ــــ

پورے ہال میں چیخم دھاڑ مچی ہوئی تھی۔ میزیں الٹ رہی تھیں اور لوگ بدحواسی کے عالم میں باہر نکلنے کے لئے اِدھر اُدھر دوڑ رہے تھے ــــ

"یہ کیا ہو رہا ہے ــــ رک جاؤ ــــ ورنہ گولی مار دوں گا۔"

ہال کے دائیں طرف سے ایک تیز غراہٹ ابھری۔ اس غراہٹ کو سنتے ہی عمران کے مدمقابل مشینی انداز میں رک گئے۔

عمران نے بھی اس طرف دیکھا۔ دائیں طرف ایک چھوٹے دروازے پر دارا کھڑا تھا۔

اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا اور اس کی آنکھوں سے چنگاریاں برس رہی تھیں۔

"میں نے تمھیں پہلے ہی خبردار کر دیا تھا شاہو! لیکن تم باز نہیں آئے۔ اب شیروں کی اس کچھار سے نکلنا تمہارے لئے ممکن نہیں ہے۔"

دارا غرّایا۔

"یہ شیروں کی کچھار نہیں گیدڑوں کا بھٹ ہے اور یہ گیدڑ میرا راستہ نہیں روک سکتے دارا۔"

عمران کے حلق سے بھی غرّاہٹ نکلی۔

دارا ابھی کچھ کہہ نہ پایا تھا کہ ہال کے بائیں دروازے سے ایک تیز چیخ ابھری۔ سب کی نظریں اس طرف اٹھ گئیں۔ عمران نے بھی اس طرف دیکھا۔

اور۔۔۔

ایک لمحہ کے لئے اس کی آنکھوں میں بجلی سی کوند گئی۔ وہ ایک جوان لڑکی تھی۔

اس کا لباس پھٹا ہوا تھا اور سر کے سنہرے لمبے بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔

اسے ایک غنڈے نے گرفت میں لے رکھا تھا اور لڑکی اپنے آپ کو اس کی گرفت سے چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی۔ ساتھ ہی ساتھ

وہ سمجھ میں نہ آنے والی کسی زبان میں چلا رہی تھی۔

عمران اس طرف دوڑا۔ ٹھیک اسی وقت دارا نے فائر کر دیا۔

لیکن۔

عمران اپنی جگہ سے کئی قدم دور ہٹ چکا تھا اور دارا کی چلائی ہوئی گولی نے دوڑتے ہوئے ایک آدمی کو چاٹ لیا۔

عمران اس لڑکی سے چند قدم کے فاصلے پر تھا کہ یکایک ہال تاریکی میں ڈوب گیا۔

اس کے ساتھ ہی چیخم چنگاڑ میں اضافہ ہو گیا۔ عمران نے اندازے کی بنا پر اس لڑکی کی طرف چھلانگ لگا دی۔

اور۔

اس کا اندازہ درست ہی نکلا۔ وہ لڑکی تک پہنچ چکا تھا جسے وہ غنڈہ قابو میں کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

عمران نے اندازے ہی سے اس غنڈے کے دو تین گھونسے جڑ دیئے اور لڑکی کا بازو پکڑ کر اسے ایک طرف کھینچنے لگا۔ لڑکی اب بھی چیخ رہی تھی۔

"خاموش رہو میں تمہارا دوست ہوں۔ دشمن نہیں۔"

عمران انگریزی میں بولا۔

لڑکی کی چیخیں بند ہو گئیں۔ اور اب وہ بھی گھسٹنے کی بجائے عمران کے ساتھ دوڑ رہی تھی۔

عمران لوگوں کو دھکیلتا ہوا تاریکی میں دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

بیرونی ہال میں بھی تاریکی ہی تھی اور یہاں بھی لوگوں کا شور وغل اور افراتفری مچی ہوئی تھی۔

"کلب کے تمام دروازے بند کر دو۔ کوئی بھی باہر نہ نکلنے پائے۔" تاریکی میں دارا کی چیختی ہوئی آواز ابھری۔

لیکن۔۔۔

دروازے بند ہونے سے پہلے ہی عمران اس لڑکی کو کلب سے لیکر باہر نکل چکا تھا۔

کلب کے سامنے ہی چند قدم کے فاصلے پر سڑک کے کنارے ایک خالی ٹیکسی کھڑی تھی لیکن ڈرائیور موجود نہیں تھا۔ عمران نے کھڑکی کے اندر جھانکا۔

اور۔۔۔

یہ ان کی خوش قسمتی ہی تھی کہ اگنیشن میں چابی موجود تھی۔

عمران نے دروازہ کھول کر لڑکی کو اندر دھکیل دیا اور خود بھی اسٹیرنگ کے سامنے بیٹھ کر ٹیکسی اسٹارٹ کر دی۔

ٹھیک اسی وقت دارا کے چند گرگے کلب سے نکل کر ٹیکسی کی طرف دوڑے۔

لیکن۔۔۔

WaqarAzeem pakistanipoint.com

عمران نے ٹیکسی ایک جھٹکے کے ساتھ آگے بڑھا دی۔ وہ غنڈے کچھ دور تک ٹیکسی کے پیچھے دوڑتے رہے۔

پھر—

انھوں نے فائرنگ شروع کر دی لیکن ٹیکسی اب فائرنگ کی رینج سے بھی نکل چکی تھی۔

عمران اس لڑکی کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا کہ یہ کون ہے لیکن اتنا سمجھتا تھا کہ دارا کے چنگل سے بھاگی ہے۔

اور—

اس لڑکی کے ساتھ وہ اس ہوٹل میں بھی نہیں جا سکتا تھا جہاں وہ رہائش پذیر تھا۔

اس کا ذہن سوچوں میں الجھا ہوا تھا اور ٹیکسی تیزی سے سڑک پر دوڑ رہی تھی۔

کچھ ہی دیر بعد وہ اس بدنام علاقہ سے باہر آ گئے۔

پھر—

اس کے تقریباً آدھے گھنٹے بعد ٹیکسی ظہیر عباس کی کوٹھی میں داخل ہو کر پورچ میں رک گئی۔

---

ٹھیک اسی وقت۔

جب عمران کی ٹیکسی پورچ میں رکی ظہیر عباس، ان کی بیگم اور بڑی لڑکی آسیہ راہداری سے نکل کر برآمدے میں پہنچ گئے۔

عمران انجن بند کر کے نیچے اتر آیا اور اس نے لڑکی کے لئے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔

لمبے سنہرے بالوں والی لڑکی جو راستہ بھر پریشان رہی تھی اور دل میں یہ ہی سوچتی رہی تھی کہ کہیں آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا والی بات تو نہیں۔

یعنی نائٹ کلب کے غنڈوں کے شکنجے سے نکل کر دوسرے غنڈوں کے قبضہ میں تو نہیں آ گئی۔

لیکن برآمدے میں آنے والے تینوں افراد کی صورت اسے کچھ شریفانہ سی لگی اور اس کی آنکھوں کی وحشت قدرے کم ہو گئی اور وہ ٹیکسی سے نیچے اتر آئی۔

"ارے یہ کون ہے؟" بیگم ظہیر عباس انکی طرف دیکھتے ہوئے متعجبانہ انداز میں بولیں۔

"یہ حقیر ناچیز تو عمران ابن رحمان ہے جو اس وقت میک اپ میں ہے اور یہ لڑکی یعنی میرے ایک دوست کی زبان میں نل فلوئی اغوا کر کے لایا ہوں۔"

"ارے عمران۔"

ظہیر صاحب حیرت سے بولے۔

"جی ہاں! اس میں کوئی شبہ نہیں لیکن آپ لوگ رات کے پچھلے پہر کہاں جا رہے ہیں جب کہ اس وقت آپ کو گرم گرم بستر میں محوِ خواب ہونا چاہیئے تھا۔"

"آسیہ کے خالو کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ انہیں دل کا دورہ پڑا ہے ابھی ابھی فون آیا تھا۔ ہم وہیں جا رہے ہیں۔ اب واپسی پر تفصیلی ملاقات ہوگی آسیہ تم یہیں رہو۔ اور ان کے لئے بستروں کا انتظام کرو۔ ہم صبح جلدی لوٹ آئیں گے۔"

ظہیر عباس نے آخری الفاظ اپنی بیٹی آسیہ سے مخاطب ہو کر کہے تھے

"جی بہتر۔ آیئے عمران بھائی۔"

آسیہ مسکرائی۔

"ہم یہ گاڑی لے جا رہے ہیں عمران۔" ظہیر عباس برآمدے میں اترتے ہوئے بولے۔

"دارا کے آدمی شہر بھر میں اس گاڑی کو تلاش کر رہے ہوں گے اس لئے بہتر ہوگا کہ آپ اپنی ہی گاڑی لے جایئے۔"

عمران بولا۔

"اوہ۔ تو گویا تم دارا سے ٹکرا گئے ہو۔ بہرحال اس گاڑی کو پچھلی طرف لے جاؤ۔ میں اپنی گاڑی لے جاتا ہوں اور واپسی پر تم سے تفصیلی ملاقات ہوگی۔"

ظہیر عباس، بیگم کے ساتھ گیراج کی طرف چلے گئے جہاں ان کی گاڑی کھڑی تھی۔

عمران نے ٹیکسی میں بیٹھ کر اسے دوبارہ اسٹارٹ کیا اور گھما کر کوٹھی کے پچھلے حصے کی طرف لے گیا۔

جب وہ ٹیکسی کو چھوڑ کر واپس آیا تو آسیہ اور سنہرے بالوں والی لڑکی ابھی تک برآمدے میں کھڑی تھیں۔ عمران کے آنے پر آسیہ انہیں اندر لے گئی۔

"عمران بھائی! آپ ڈیڈی کے پلنگ پر سو جایئے۔ میں انھیں اپنے کمرے میں لے جاتی ہوں۔" آسیہ نے راہداری میں پہنچ کر کہا۔

"ٹھیک ہے۔"

عمران نے سر ہلایا اور پھر اس لڑکی سے مخاطب ہو کر بولا۔

"میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو اور ان غنڈوں کے چنگل میں کیسے پھنس گئیں یہاں تم بالکل محفوظ ہو۔ اطمینان سے جا کر سو جاؤ۔ صبح تم سے باتیں ہوں گی۔"

لڑکی نے اثبات میں گردن ہلا دی اور آسیہ کے ساتھ اس کے کمرے میں چلی گئی۔

عمران ظہیر عباس کے کمرے میں آ گیا۔

اس نے جوتے اتارے، کوٹ اتار کر ایک طرف کرسی پر ڈال دیا اور پلنگ پر لیٹ گیا۔

پلنگ پر لیٹنے کے کچھ ہی دیر بعد وہ گہری نیند سو چکا تھا۔ صبح سات بجے کے قریب اس کی آنکھ کھل گئی۔ آنکھ کھلتے ہی اس نے "یا سلیمان چائے" کا نعرہ بلند کر دیا۔

لیکن ــ

دوسرے ہی لمحہ یہ احساس کر کے کہ وہ اپنے فلیٹ پر نہیں کسی اور کے گھر میں ہے سختی سے اپنے ہونٹ بند کر لیئے۔

اس کے صرف دو ہی سیکنڈ بعد آسیہ مسکراتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی۔

اس نے ٹرے اٹھا رکھا تھا جس میں پانی کا گلاس اور چائے تھی۔

"چائے حاضر ہے عمران بھائی! میں آپ ہی کی طرف آ رہی تھی ــ"

آسیہ نے مسکراتے ہوئے ٹرے میز پر رکھ دی۔

"اوہ ــ مجھے افسوس ہے۔ دراصل مجھے خیال ہی نہیں رہا تھا کہ میں اپنے فلیٹ میں ہوں یا کسی اور جگہ ــ"

"ایک ہی بات ہے۔" آسیہ مسکرائی۔

"وہ لڑکی اٹھ گئی کیا۔" عمران نے پوچھا۔

"جی نہیں۔ ابھی تک سو رہی ہے۔"

"ٹھیک ہے سونے دو ــ"

"یہ ہے کون عمران بھائی!"

"میں نہیں جانتا کون ہے۔ بس اللہ کی دین ہے۔" عمران نے پانی سے کلی کرنے کے بعد کہا۔

"میرا مطلب ہے۔ آپ کو کہاں سے ملی؟"

"غنڈوں کے چنگل سے نکال کر لایا ہوں۔"

"اسی لئے رات کو خوفزدہ سی معلوم ہو رہی تھی۔ میں نے اپنے کمرے میں اس سے کچھ پوچھنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ صرف سر ہلاتی رہی۔ یا تو میری بات نہیں سمجھ سکی تھی یا میرا خیال ہے کہ گونگی ہے۔"

"گونگی تو نہیں کیونکہ اس کی چیخیں تو ریل کے انجن سے بھی زیادہ بلند تھیں۔"

عمران نے چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے کہا۔

آسیہ نے مزید کچھ نہیں پوچھا۔

عمران کے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ ممی اور ڈیڈی صبح چھ بجے کے قریب واپس آ گئے تھے۔

اس نے بات ختم ہی کی تھی کہ ظہیر عباس کمرے میں داخل ہوئے۔ ان کے ساتھ ان کا لڑکا ناصر بھی تھا۔

ناصر بڑے تپاک سے عمران سے ملا۔ آسیہ اسی وقت کمرے سے باہر چلی گئی تھی۔

تقریباً پانچ منٹ بعد آسیہ دوبارہ سنہرے بالوں والی اس لڑکی

کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی۔

اب روشنی میں اس کی رنگت تانبے کی طرح نظر آ رہی تھی۔ رات عمران نے اس کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔

لیکن۔

اب اسے بغور دیکھنے کے بعد سوچ رہا تھا کہ اسے دنیا کی حسین ترین لڑکی کہا جا سکتا ہے۔

اس لڑکی نے اس وقت شلوار قمیص پہن رکھی تھی۔ یہ آسیہ کے کپڑے تھے اور۔

وہ اس لباس میں کچھ اور بھی حسین لگ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں سرخ ڈورے پھیلے ہوئے تھے۔ شاید نیند کا خمار ابھی باقی تھا۔

"بیٹھو۔" عمران نے کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

لڑکی خاموشی سے کرسی پر بیٹھ گئی اور باری باری ان سب کی طرف دیکھنے لگی۔

"ہاں۔ اب بتاؤ تم کون ہو۔ اور ان غنڈوں کے چنگل میں کیسے پھنس گئیں۔" عمران نے پوچھا۔

"میرا نام بکونی ہے۔ میرا تعلق برازیل کے بونگارو قبیلہ سے ہے۔ میں نے اپنے سردار ہوگو اور دوسرے آدمیوں کے ساتھ اپنے دیوتا کی تلاش میں یہاں آئی تھی کہ ایک شخص دھوکہ سے مجھے یہاں لے آیا۔"

لڑکی نے ٹوٹی ہوئی انگریزی میں رک رک کر کہا۔

"دیوتا کی تلاش میں ہے۔"

وہ سب حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگے۔

"ہاں۔"

بکونی نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر انھیں اب تک کے مکمل واقعات سے آگاہ کرتے ہوئے آخر میں بولی۔

"اس کا نام مجنوں تھا۔ اس نے مجھے کہا تھا کہ یہاں نوادرات کی خرید و فروخت کرنے والے دو تین آدمی اس کے واقف ہیں جو یقیناً سورج دیوتا کے متعلق بتا سکیں گے لیکن یہاں آکر اس نے مجھے ان لوگوں کے حوالے کر دیا اور ان لوگوں سے بہت سی رقم لے کر چلا گیا۔

میں دو دن سے وہاں تہہ خانے میں قید تھی اور ان دو دنوں میں بہت سے آدمی مجھے دیکھنے کے لئے آتے رہے۔ ان لوگوں کا سردار ان میں سے کسی کے ہاتھوں میرا سودا کرنا چاہتا تھا۔ لیکن گذشتہ رات موقع ملتے ہی میں تہہ خانے سے بھاگ نکلی۔

اگر تم مجھے نکال کر نہ لاتے تو شاید میں دوبارہ تہہ خانے میں پہنچا دی جاتی لیکن مجھے حیرت ہے۔ کیا تم ان کے ساتھی نہیں۔"

"نہیں۔ ہم قانون کے محافظ ہیں۔ وہ لوگ لڑکیوں کی خرید و فروخت کا کام کرتے ہیں جو غیر قانونی ہے اور میں گذشتہ رات بھیس بدل کر تحقیقات کے لئے وہاں گیا تھا۔ وہ لوگ مجھے بھی ایک غنڈہ اور بدمعاش ہی سمجھتے رہے اور شاید اب بھی یہی سمجھ رہے ہوں۔ میری تلاش بھی شروع ہو چکی ہوگی لیکن اب

وہ لوگ مجھے کبھی بھی تلاش نہ کر سکیں گے۔" کہنے کے ساتھ ہی عمران نے اپنے چہرے سے ایک باریک سی جھلی اتار ڈالی۔

جھلی کے نیچے سے برآمد ہونے والا چہرہ دیکھ کر بکوفی حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"یہ۔ یہ کیا۔ تم نے اپنی شکل کس طرح بدل لی۔"

"یہ ایک فن ہے اور تمہیں ان لوگوں کی نظروں سے چھپانے کے لئے کچھ دن کے لئے تمہاری شکل بھی تبدیل کر دی جائے گی اور جب تک وہ لوگ قانون کی گرفت میں نہیں آجاتے تم بدلی ہوئی شکل میں یہاں رہو گی۔ یہاں تمہیں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہو گی۔ اب تم اس لڑکی کے ساتھ جاؤ اور نہا دھو کر ناشتہ وغیرہ کر لو۔"

عمران نے آسیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

بکوفی حیرت سے اس کی طرف دیکھتی ہوئی کرسی سے اٹھ گئی اور آسیہ کے ساتھ کمرے سے باہر نکل گئی۔

"تم بلاس پورکب آئے تھے؟"

ان کے جانے کے بعد ظہیر عباس نے پوچھا۔

میں کل رات گیارہ بجے کی ٹرین سے دارالحکومت کے ایک بدمعاش شاہو کے بھیس میں پہنچا تھا۔ دارانائٹ کلب کے قریب ہی میں نے ایک ہوٹل میں قیام کیا۔ رات ایک بجے میں نے کلب کے جوئے کے ہال میں ہنگامہ کر دیا۔ اس طرح میں اپنی طاقت کا مظاہرہ کر کے دارا کا معتمد بننا چاہتا تھا

اور کامیاب بھی ہو جاتا لیکن اس لڑکی نے کام خراب کر دیا۔ اس کی وجہ سے مجھے اپنا سارا پروگرام تبدیل کرنا پڑا۔"

عمران نے بتایا۔

"ہوں۔ تو اس کا مطلب ہے کہ دارانائٹ کلب میں تہہ خانے میں کچھ اور بھی لڑکیاں موجود ہوں گی۔"

ظہیر عباس پر سوچ انداز میں بولے۔

"یقیناً۔ اور ہمیں آج ہی رات پولیس یا فیڈرل فورس کی مدد سے کلب پر ریڈ کرنا ہے۔"

"لیکن میرا خیال ہے کہ اس واقعہ کے بعد وہ محتاط ہو چکے ہوں گے اور اب تک شاید وہ لڑکیوں کو بھی وہاں سے کسی اور جگہ منتقل کر چکے ہوں گے۔"

میرا خیال ایسا نہیں ہے کیونکہ وہ لوگ مجھے بھی دارالحکومت کا ایک غنڈہ ہی سمجھ رہے تھے۔ اس واقعہ کے بعد سب سے پہلے تو وہ مجھے تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔ یہ تلاش بلاس پور میں بھی ہو گی اور دارالحکومت میں بھی۔

اور۔

جب انھیں پتہ چلے گا کہ دارالحکومت میں اس نام کا کوئی بدمعاش نہیں ہے تو اس کے بعد ہی وہ محتاط ہوں گے اور میرا خیال ہے کہ ان تحقیقات کے نتیجہ پر وہ کل سے پہلے نہیں پہنچ سکیں گے۔ اور میں آج ہی رات ریڈ کرنا چاہتا ہوں۔"

"تو میرا خیال ہے کہ ایک آدمی کو وہاں حالات کی نگرانی کے لئے بھیج دیا جائے۔"

ظہیر عباس نے مشورہ کیا۔

"ہاں یقیناً۔ لیکن وہ آدمی پولیس یا خفیہ کا نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ اس محکمے کے تمام افراد کو تو وہ پہچانتے ہوں گے۔"

عمران نے جواب دیا۔

"ان میں سے کسی کا تعلق بھی سرکاری محکمہ سے نہیں ہے۔ وہ سب تجارت پیشہ ہیں اور میرے ساتھ مل کر اس نیک کام کو انجام دے رہے ہیں۔"

"تو ٹھیک ہے، آپ ابھی اس آدمی کو اس علاقے میں بھیج دیں۔ اتنے میں ہم دیگر انتظامات مکمل کر لیں گے۔ شام کو ایک بار پھر ہم خود حالات کا جائزہ لیں گے۔ اور رات کو ریڈ کیا جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ آٹھ بجنے والے ہیں۔ تم تیار ہو جاؤ۔ ناشتہ کے بعد ہم دونوں یہاں سے چلیں گے۔"

ظہیر عباس کرسی سے اٹھتے ہوئے بولے۔

"بہتر ہے۔"

ظہیر عباس کے جانے کے بعد عمران کچھ دیر تک ناصر سے باتیں کرتا رہا۔ باتوں کے دوران ناصر کو یکایک احساس ہوا کہ عمران کے پاس صرف ایک ہی جوڑا کپڑوں کا ہے جو وہ پہنے ہوئے ہے۔ وہ اٹھ کر اپنا ایک سوٹ لے آیا۔

WaqarAzeem Pakistanipoint.com

"عمران بھائی! ہم دونوں کے جسم اور قد تو ایک جیسے ہی ہیں۔ میرا خیال ہے یہ سوٹ آپ کو ٹھیک رہے گا۔"

"اوہ — تھینک یو۔ میں بھی یہی سوچ رہا تھا کہ تم سے ایک دو روز کے لئے ایک سوٹ مستعار لے لوں۔"

عمران نے مسکرا کر کہا۔

ناصر باہر چلا تو عمران اس کا دیا ہوا سوٹ لے کر باتھ روم میں گھس گیا۔

سوٹ کے ساتھ اس سے میچ کرتی ہوئی ٹائی اور کے ٹی کی سفید شرٹ بھی تھی۔

غسل وغیرہ سے فارغ ہونے میں اسے پندرہ بیس منٹ لگے۔ آئینہ کے سامنے کھڑا وہ بال سنوار رہا تھا کہ اسے ناشتہ تیار ہونے کی اطلاع ملی۔

پھر —

وہ ملازمہ کے پیچھے ہی پیچھے چلتا ہوا ڈائننگ ہال میں آ گیا۔ یہاں ناشتہ کی میز پر تمام اہل خانہ موجود تھے۔ بکونی بھی آسیہ کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔

وہ لوگ عمران ہی کا انتظار کر رہے تھے۔ اس کے آتے ہی ناشتہ شروع ہو گیا۔

ناشتہ کے دوران بیگم ظہیر اس سے گھریلو مسئلوں پر ہی گفتگو

کرتی رہیں۔

اور۔

عمران بھی اس طرح ان سے باتیں کرتا رہا جیسے آج تک وہ خالص گھریلو مسئلوں ہی میں گھرا رہا ہو۔

نو بجے کے قریب ناشتہ سے فراغت ہوئی۔ ناشتہ کے فوراً ہی بعد ناصر تو عمران سے اجازت لے کر بنک چلا گیا اور عمران بکوفی کے ساتھ ظہیر صاحب کے کمرے میں آ گیا۔

"آپ کے پاس میک اپ کا سامان تو ہوگا۔" عمران نے کمرے میں آ کر ظہیر صاحب سے پوچھا۔

"ہاں۔ اس الماری میں ہے۔ میں نکال دیتا ہوں۔"

ظہیر عباس نے الماری سے ایک بکس نکال دیا۔

اور۔

عمران نے بکس کھول کر اس کا جائزہ لیا۔ ضرورت کی ہر چیز اس میں موجود تھی۔

اس نے بکوفی کو اپنے سامنے سٹول پر بٹھا لیا اور اسکے چہرے کی مرمت کرنے لگا۔

چہرے کا میک اپ کرنے کے بعد اس نے اس کے سر کے سنہرے بالوں کو بھی سیاہ رنگ میں رنگ دیا۔ اور اسے اٹھا کر ڈریسنگ ٹیبل کے آئینہ کے سامنے لے آیا۔

WaqarAzeem Pakistanipoint.com

بکونی نے جیسے ہی آئینہ میں اپنے سراپا پر نظر ڈالی وہ حیرت سے اچھل پڑی۔

اس کے چہرے کے نقوش بالکل ہی بدل گئے تھے اور وہ اپنے آپ کو پہلے سے بھی زیادہ حسین لگ رہی تھی۔

پھر۔

بے اختیار اس کے لبوں پر مسکراہٹ آگئی اور وہ مڑ کر عمران کی طرف دیکھنے لگی۔

"تم یہاں پر بالکل آزاد ہو۔ جہاں چاہو جا سکتی ہو۔ تمھیں کوئی بھی بکونی کی حیثیت سے نہیں پہچان سکے گا۔ لیکن پھر بھی احتیاط کا تقاضہ یہی ہے کہ تم اس کوٹھی سے باہر نکلنے سے گریز ہی کرنا۔ آسیہ اور گھر کے دیگر افراد کے ساتھ تم اپنا وقت بآسانی گزار سکتی ہو۔

اور ہاں جو شخص تمھیں لباس پورے کر آیا تھا کیا تم اس کا حلیہ بتا سکتی ہو۔"

عمران نے پوچھا۔

بکونی نے اثبات میں گردن ہلا دی۔

اور۔

پھر اسے مجنوں کا حلیہ بتانے لگی جسے عمران نے اپنے ذہن میں محفوظ کر لیا اور اسے کچھ اور نصیحتیں کرنے کے بعد ظہیر عباس کے ساتھ باہر آگیا۔

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

ظہیر صاحب کی گاڑی پورچ میں کھڑی تھی۔ وہ دونوں گاڑی میں بیٹھ گئے۔

اسٹیرنگ ظہیر صاحب ہی کے ہاتھ میں تھا۔ گاڑی کوٹھی سے نکل کر شہر کی مختلف سڑکوں پر دوڑنے لگی۔

تقریباً نصف گھنٹے کے بعد انھوں نے گاڑی ایک بہت بڑے ڈیپارٹمنٹل اسٹور کے سامنے روک لی اور انجن بند کر کے نیچے اتر آئے۔

عمران بھی ان کے ساتھ ہی نیچے آ گیا تھا۔ وہ دونوں اسٹور میں داخل ہو گئے۔

اسٹور کے بالکل آخر میں ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں دروازے پر پرویز ائٹر کے نام کی تختی لگی ہوئی تھی۔ وہ دونوں دروازہ کھول کر اس کمرے میں داخل ہو گئے۔

یہاں آفس ٹیبل کے پیچھے تیس بتیس سال کی عمر کا ایک آدمی بیٹھا حساب کتاب کر رہا تھا۔

انھیں دیکھ کر وہ سیٹ سے اٹھ گیا اور گرمجوشی سے مصافحہ کرنے کے بعد انھیں کرسیوں پر بیٹھنے کی پیشکش کی۔

اور۔

ساتھ ہی ایک ملازم کو بلا کر اسے کولڈ ڈرنک لانے کی ہدایت کر دی

"کہیئے ظہیر صاحب! دار اوالے سلسلے میں آپ نے کیا کیا؟ سنا ہے رات وہاں اچھا خاصہ ہنگامہ ہوا تھا۔"

"ذرا تفصیل بتاؤ۔"

ظہیر صاحب مسکرائے۔

"میری معلومات تو یہ ہیں کہ گذشتہ رات وہاں دارالحکومت کا ایک بدمعاش آیا ہوا تھا جو دارا کے کلب سے جوئے میں ایک بڑی رقم جیتنے کے علاوہ اس کے ہاں سے ایک لڑکی بھی لے اڑا۔ بعض لوگوں سے تو یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ کلب میں دارا کی فائرنگ سے دو آدمی ہلاک ہوئے تھے لیکن۔

وہاں پولیس کوئی لاش برآمد نہیں کر سکی۔ آخر یہ سلسلہ کب تک چلتا رہے گا۔

"مطمئن رہو اشرف! یہ سلسلہ آج ہی رات ختم ہو جائے گا اور اسی کے لئے ہم تمہارے پاس آئے ہیں۔"

ظہیر صاحب مسکرائے۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ یہ عمران صاحب ہیں میرے دوست۔ تم نے نام سنا ہوگا یہ بھی دارا ہی کے چکر میں دارالحکومت سے آئے ہیں۔ اور رات دارا کے کلب میں ہنگامہ کرنے والے یہی تھے۔

یہ وہاں سے ایک غیر ملکی لڑکی کو نکال کر لائے ہیں جسے دارالحکومت سے اغوا کیا گیا تھا۔

اور۔

آج رات ہم اس کلب پر ریڈ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔"

"اوہ۔ گڈ۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ بہت کچھ کر چکے ہیں۔"

"ہاں۔

اور تمھارے ذمہ ڈیوٹی ہے کہ اس علاقے کے حالات کی نگرانی کرتے رہو۔ شام آٹھ بجے کے قریب تم واپس آ جانا۔ میں یہیں پر تم سے رپورٹ لے لوں گا۔"

ظہیر صاحب نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ مطمئن رہیئے۔"

اشرف نے مسکرا کر جواب دیا۔

ملازم کولڈ ڈرنکس لے آیا۔ کولڈ ڈرنکس پینے کے بعد وہ دونوں اٹھ گئے۔

ان کی گاڑی ایک بار پھر شہر کی مختلف سڑکوں پر دوڑتی نظر آ رہی تھی۔

تقریباً نصف گھنٹے بعد گاڑی فیڈرل سیکورٹی فورس کے ہیڈ کوارٹر کی عمارت کے سامنے رکی۔

اور۔

یہ دونوں نیچے اتر کر عمارت میں داخل ہو گئے۔

---

شام چھ بجے کے قریب

عمران چہرے کا میک اپ تبدیل کر کے ایک بار پھر صرافہ بازار کے علاقے میں پہنچ گیا۔

اس کے چہرے پر اس وقت بھی ایک غنڈے ہی کا میک اپ تھا اور لباس بھی ویسا ہی تھا۔

علاقے کی حالت پرسکون ہی تھی۔ عمران ٹہلتا ہوا دا انائٹ کلب کی طرف جا نکلا۔ کچھ دیر تک ادھر ادھر ٹہلتا رہا پھر کلب کے اندر داخل ہو گیا۔

اس وقت کلب میں چند ایک آدمی ہی بیٹھے ہوئے تھے جنھوں نے مختلف میزیں گھیر رکھی تھیں۔

تین چار آدمی بار کونٹر کے سامنے اسٹولوں پر بیٹھے مے نوشی میں مشغول تھے۔ ان میں ایک ادھیڑ عمر عورت بھی تھی جو کونٹر سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔ اس نے دائیں بازو کی کہنی کونٹر پر ٹکا رکھی تھی اور بائیں ہاتھ میں گلاس تھا جس میں نصف کے قریب شراب موجود تھی۔

عمران کو دیکھتے ہی اس عورت نے عمران کو فحش اشارہ کر دیا۔ عمران نے

خالص لوفرانہ انداز میں آنکھ کا گوشہ دبا دیا اور کونے میں ایک خالی میز کی طرف بڑھ گیا۔

اس کے میز پر بیٹھنے کے صرف دو منٹ بعد وہ عورت بھی اپنا گلاس لئے اس کی میز پر آ گئی۔

"ہیلو۔ نئے معلوم ہوتے ہو۔" عورت نے مسکرا کر پوچھا۔

"ہاں۔ آج پہلی مرتبہ ہی یہاں آیا ہوں۔"

"کہو۔ کچھ شغل کرنا چاہتے ہو۔؟"

"ہاں۔ لیکن سرد دست پینے پلانے کی حد تک۔"

"کیوں۔ کیا میں تمہیں پسند نہیں آئی؟ میرا یہ گداز اور حسین بدن لباس کے بغیر دیکھو گے تو فریفتہ ہو جاؤ گے۔"

"درست ہے لیکن میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ جب تک اس کم بخت کی گردن نہ دبا لوں گا اس وقت تک کسی عورت کے قریب نہیں جاؤں گا حالانکہ تم جیسی حسین عورتوں کے جسموں سے کھیلنا میرا پسندیدہ مشغلہ ہے۔"

"کس کم بخت کی بات کر رہے ہو۔" عورت نے تعجب سے پوچھا۔

"شاہو۔ دارالحکومت کا بدمعاش۔"

"شی۔" عورت ہونٹوں پر انگلی رکھ کر بولی۔

"آہستہ بولو۔ کسی نے تمہاری زبان سے شاہو کا نام سن لیا تو یہاں سے زندہ بچ کر نہیں جا سکو گے۔"

"کیوں۔؟"

"اس جگہ نہیں۔ اگر کچھ رقم خرچ کرو تو میں تہہ خانے میں ایک کمرہ کرائے پر لے لیتی ہوں۔ وہاں ہماری باتیں سننے والا کوئی نہیں ہوگا۔"

"ٹھیک ہے۔ اس کے لئے میں بڑی سے بڑی رقم خرچ کر سکتا ہوں۔"

"تو پھر نکالو سو کا نوٹ۔ یہ صرف کمرے کا کرایہ ہوگا اور مجھے جو تم چاہو دیدینا میں تمہیں مجبور نہیں کروں گی۔"

عمران نے جیب میں سے پرس نکالا جو بڑے نوٹوں سے بھرا ہوا تھا۔ یہ وہی نوٹ تھے جو گذشتہ رات اس نے اسی کلب میں جوئے میں جیتے تھے۔

"تم اس دروازے کی طرف چلو میں چابی لے کر آتی ہوں۔" عورت نے اٹھتے ہوئے اشارہ کیا۔

عمران اس دروازے کی طرف چل دیا جس پر گیمبلرز کی تختی لگی ہوئی تھی عورت نے اسی دروازے کی طرف اشارہ کیا تھا۔

اس کے دروازے تک پہنچنے کے چند ہی سیکنڈ بعد وہ عورت بھی کونٹر سے چابی لے کر آ گئی۔ اس کے ہاتھوں میں دو گلاس اور شراب کی نئی بوتل بھی تھی۔

گیمبلرز ہال سے گزر کر وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں آ گئے۔ عورت نے شراب کی بوتل اور گلاس عمران کو پکڑا دیئے اور کمرے کے آتشدان کے اوپر ایک چھوٹے سے میخ کو دبا دیا۔ آتشدان اوپر اٹھ گیا۔ وہ دونوں پیدا ہونے والی خلا میں داخل ہو کر زینے اترنے لگے۔

زینوں کے اختتام پر راہداری تھی جسے اور بھی چند راہداریاں قطع کرتی تھیں۔

وہ دونوں دائیں طرف کی ایک راہداری میں مڑ گئے جس کے دونوں طرف کمرے بنے ہوئے تھے۔

عورت ایک کمرے کے سامنے رک گئی۔ اس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی چابی سے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گئی۔

عمران بھی اس کے پیچھے ہی کمرے میں داخل ہو گیا۔ اس کمرے میں ایک پلنگ اور ایک میز بچھی ہوئی تھی۔

عمران نے شراب کی بوتل اور گلاس میز پر رکھ دیئے جب کہ وہ عورت پلنگ پر بچھے ہوئے صاف ستھرے بستر پر لیٹ گئی تھی۔ اس کے لیٹنے کا انداز کچھ ایسا تھا کہ اس کے جسم کے بعض حصے برہنہ ہو گئے تھے۔

"تم کرسی پر کیوں بیٹھ گئے۔ یہاں آؤ نا" وہ ہونٹوں پر مسکراہٹ لاتے ہوئے بولی۔

"پہلے تم مجھے شاہو کے متعلق بتاؤ۔ تم شاید کوئی خاص بات بتانا چاہتی تھیں"۔

"لیکن میرا خیال ہے کہ پہلے ایک ایک گلاس ہو جائے"۔

عمران نے گھورتی ہوئی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا اور بوتل کھول کر دونوں گلاس لبریز کر لئے۔ وہ عورت اٹھ کر بیٹھ گئی۔ عمران نے ایک

گلاس اس کے ہونٹوں سے لگا دیا اور وہ سانس لئے بغیر پورا گلاس حلق میں انڈیل گئی۔

عمران نے گلاس اس وقت تک اس کے ہونٹوں سے نہیں ہٹایا تھا جب تک کہ خالی نہیں ہو گیا۔

پانی یا سوڈا ملائے بغیر خالص شراب کا پورا گلاس جب پیٹ میں پہنچا تو اس کے سینے میں آگ سی لگ گئی۔ آنکھوں میں پانی بھر آیا۔

وہ ایک ہاتھ سے سینہ مسلنے لگی۔ عمران نے دوسرا گلاس اٹھا کر اس کے ہونٹوں کی طرف بڑھا دیا۔

"نن۔ نہیں۔ دو منٹ ٹھہر جاؤ۔"

"رک، رک کر پینے سے بہتر ہے کہ پی ہی نہ جائے۔ لو یہ بھی پی لو۔"

عمران نے گلاس زبردستی اس کے ہونٹوں سے لگا دیا۔

اور۔

یہ گلاس اس کے ہونٹوں سے اس وقت ہی ہٹایا جب اس کا آخری قطرہ بھی اس کے حلق میں نہ پہنچ گیا۔

خالص شراب کے دو گلاسوں نے اس کے سینے میں آگ بھڑکا دی۔ اس کا دماغ اڑ گیا۔

اور۔

وہ اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرتی ہوئی پلنگ پر ڈھیر ہو گئی۔

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

"تم شاہو کے متعلق کیا بتا رہی تھیں۔" عمران کرسی سے اٹھ کر پلنگ پر آن بیٹھا۔

"شاہو۔"

وہ مچمچاتی ہوئی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"ہاں۔ شاہو۔ میں نے اسے دیکھا نہیں لیکن سنا ہے کہ وہ بہت جی دار آدمی تھا۔ وہ دارا کے شکار کو لے اڑا۔"

"لیکن تم اسے تلاش کرنا کیوں چاہتے ہو۔؟"

"وہ دارالحکومت کا بہت بڑا بدمعاش ہے۔ میری بکری چرا کر بھاگ آیا تھا۔ میں اسے تلاش کر کے اپنی بکری واپس لینا چاہتا ہوں۔"

"بکری۔؟"

"ہاں۔ دو ٹانگوں والی بکری۔"

"اوہ۔ سمجھی۔ شاید وہ تمہاری محبوبہ تھی۔"

"ہاں۔ تم مجھے اس کے متعلق بتا رہی تھیں۔"

"ہاں۔ کل رات وہ دارا کا شکار لے اڑا۔ دارا پاگل کتوں کی طرح اس کی تلاش میں ہے۔ اس نے اپنے چار آدمی رات دارالحکومت بھی بھیج دیئے تھے لیکن میرا خیال ہے کہ وہ اب دارا اور اس کے آدمیوں کو نہیں ملے گا۔"

"شاید تمہارا خیال ٹھیک ہی ہو۔ وہ بہت چالاک انسان ہے۔ لیکن سنا ہے کہ دارا کے پاس اب بھی بہت سی لڑکیاں موجود ہیں۔"

"ہاں۔ تم نے ٹھیک سنا ہے۔ اسی تہہ خانے کی آخری دو راہداریوں کے

کروں میں اس وقت بھی تقریباً چالیس لڑکیاں ہیں جنھیں دارا کے آدمی ملک کے مختلف حصوں سے اغوا کر کے لائے ہیں۔" عورت نے اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے بتایا۔

عمران دیکھ رہا تھا کہ اب وہ مستی میں آ رہی ہے۔ اس نے تیسرا گلاس بھر کے اس کے ہونٹوں سے لگا دیا۔

اس نے چند گھونٹ بھرے اور پھر گلاس عمران کے ہاتھ سے لے کر رک رک کر ایک ایک گھونٹ پینے لگی۔

عمران اسے پلاتا رہا اور وہ نشے میں عمران کے سوالات کے جوابات دیتی رہی۔

پانچواں گلاس پینے کے بعد اس نے گلاس ایک طرف پھینک دیا۔ اور۔۔۔

یکایک عمران کے ساتھ لپٹ گئی۔ اس نے اپنے ہونٹ عمران کے رخسار پر پیوست کر دیئے۔

عمران اس اچانک افتاد سے گھبرا گیا۔ اس نے بڑی مشکل سے اسے اپنے آپ سے الگ کیا۔

"تم۔ تم بہت بے حس ہو۔ یہ۔ یہ دیکھو میرا جسم۔ کتنا خوبصورت ہے آؤ۔ اس جسم کو اپنے بوجھ تلے روند ڈالو۔ میرے بدن کو بھنبھوڑ ڈالو۔ آؤ یہ دیکھو کتنا خوبصورت ہے میرا جسم۔"

کہنے کے ساتھ ہی اس نے اپنے لباس کا بالائی حصہ پھاڑ دیا اور

جسم کے نچلے حصے پر پہنی ہوئی شلوار بھی کھینچنے لگی۔ اس کے جسم کا بالائی حصہ برہنہ ہو چکا تھا۔

عمران اس صورت حال سے پریشان ہو گیا۔ وہ چند لمحوں تک عجیب سی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتا رہا اور پھر اٹھتے ہوئے بولا۔

"اوہ۔ مجھے ایک ضروری کام یاد آ گیا ہے۔ میں پھر کسی وقت آؤں گا۔ یہ لو پانچ سو روپے۔ میرا خیال ہے کافی ہوں گے۔"

عمران نے جیب سے سو سو کے پانچ نوٹ نکال کر اسکے سامنے پھینک دیئے۔

"بڑے سنگدل ہو۔ لیکن ٹھہرو۔ تم اکیلے اوپر نہیں پہنچ سکو گے۔ مجھے سہارا دو میں تمہارے ساتھ چلوں گی۔"

اور۔

پھر عمران کو اسے سہارا دینا ہی پڑا۔ کمرے سے نکل کر وہ اسے تقریباً گھسیٹتا ہوا راہداری میں چلنے لگا۔

وہ بری طرح نشے میں دھت تھی اور منہ سے فحش کلمات بک رہی تھی۔ کبھی وہ بلند آواز میں گانے لگتی۔

اوپر والے ہال میں پہنچ کر عمران نے اسے ایک میز کے قریب کرسی پر بٹھا دیا اور کن انکھیوں سے ہال میں بیٹھے ہوئے افراد کی طرف دیکھتا ہوا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

اس وقت سوا سات بج چکے تھے۔ شام کا اندھیرا گہرا ہو چکا تھا۔

آٹھ بجے اسے ظہیر عباس کے ساتھ اشرف کی دوکان پر پہنچنا تھا۔ لیکن چونکہ وہ خود ہی تمام معلومات حاصل کر چکا تھا اس لئے وہ اشرف کی دوکان پر جانے کی بجائے مختلف ٹیکسیاں بدلتا ہوا ظہیر صاحب کی کوٹھی پہنچ گیا۔ وہ اسی کے منتظر بیٹھے تھے۔

"ارے بھئی تم کہاں غائب ہو گئے تھے۔ اشرف ہمارا انتظار کر رہا ہوگا۔" ظہیر صاحب اسے دیکھتے ہی بولے۔

"میں خود دارا کے متعلق سب کچھ معلوم کر آیا ہوں۔ اس کے تہہ خانے میں اس وقت کم سے کم چالیس لڑکیاں موجود ہیں جنھیں ملک کے مختلف حصوں سے اغوا کیا گیا ہے۔ میرا خیال ہے ہمیں رات کے دو بجے کی بجائے اب سے دو گھنٹے بعد ریڈ کر دینا چاہیئے۔ آپ سیکورٹی ہیڈ کوارٹر سے بات کر کے انہیں نئے پروگرام سے آگاہ کر دیں اور اشرف کو بھی دس بجے سیکورٹی ہیڈ کوارٹر پہنچ جانے کی ہدایت کر دیں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ہیڈ کوارٹر والوں کو بتا دیتا ہوں۔ وہ انتظامات مکمل کر لیں۔ ہم دو کی بجائے ساڑھے دس بجے ریڈ کریں گے۔" ظہیر عباس کہتے ہوئے اٹھ کر فون کی طرف بڑھ گئے۔

عمران اٹھ کر باتھ روم میں گھس گیا۔

اور۔

چہرے کا میک اپ صاف کرنے کے بعد اس نے غسل کیا اور باہر نکل آیا۔

"سیکورٹی ہیڈ کوارٹر والے نئے پروگرام پر عمل کرنے پر آمادہ ہیں

انھوں نے مجھے فوری طور پر وہاں طلب کیا ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ تم بھی وہاں کھانا وغیرہ کھا کر آجانا۔"

"بہتر ہے۔ میں پہنچ جاؤں گا۔"

عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

اس وقت ساڑھے آٹھ بج چکے تھے۔ کھانا تیار ہونے میں ابھی کچھ دیر باقی تھی۔

اگر عمران کھانے کے انتظار میں بیٹھا رہتا تو سیکورٹی ہیڈ کوارٹر وقت پر نہیں پہنچ سکتا تھا۔

چنانچہ

وہ کھانا کھائے بغیر ہی گھر سے چل دیا۔ سڑک پر پہنچ کر اسے تقریباً ایک فرلانگ تک پیدل چلنا پڑا تب کہیں جا کر اسے ٹیکسی مل سکی۔

اور۔

جب وہ سیکورٹی ہیڈ کوارٹر پہنچا تو ٹھیک نو بج رہے تھے۔ ظہیر صاحب سیکورٹی فورس کے آفیسروں کے ساتھ دارا نائٹ کلب پر ریڈ کے لیے پروگرام کو فائنل شکل دے رہے تھے۔ عمران بھی ان کی گفتگو میں شریک ہو گیا۔

ٹھیک دس بجے تین چار سول ٹرک سیکورٹی ہیڈ کوارٹر سے نکلے ان میں تقریباً دو سو کی تعداد میں سیکورٹی فورس کے جوان بھرے ہوئے تھے جو سب کے سب آتشیں اسلحہ سے لیس تھے۔

ان میں سے کسی کے جسم پر بھی یونیفارم نظر نہیں آ رہی تھی بلکہ وہ سب سادہ لباس میں تھے۔ ان ٹرکوں کا رخ صرافہ بازار کی طرف تھا۔

صرافہ بازار ایک بہت وسیع علاقہ تھا۔ اس میں اگرچہ کئی سڑکیں شامل تھیں مگر پورا علاقہ ہی اسی نام سے مشہور تھا۔

سیکورٹی فورس کے ٹرک مختلف راستوں سے اس علاقے کے مرکزی حصے کی طرف بڑھ رہے تھے۔

اسی مرکزی حصہ میں دارانائٹ کلب تھا اور یہ مرکزی علاقہ ٹرکوں کے گھیرے میں آ گیا تھا۔

دس بجکر انتیس منٹ پہ سیکورٹی فورس کے جوانوں نے دارانائٹ کلب کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا۔

اور۔

کچھ جوان علاقے کے مختلف حصوں میں پھیل گئے تاکہ اگر کوئی گڑبڑ ہو تو اس پر قابو پا سکیں۔

دارانائٹ کلب کے اندر موجود افراد کو وارننگ دی گئی۔

لیکن۔

اس کے جواب میں کلب کی طرف سے فائرنگ شروع کر دی گئی مجبوراً سیکورٹی فورس کے جوانوں کو بھی فائرنگ کرنی پڑی۔

گذرنے والے ہر لمحہ کے ساتھ دونوں طرف سے فائرنگ میں شدت آتی جا رہی تھی۔

کلب کی طرف سے اسٹین گنیں اور ٹامی گنیں استعمال کیجا رہی تھیں۔

عمران ظہیر عباس اور ایک آفیسر کے ساتھ کلب کے عقبی حصے میں پہنچ گیا۔

اس طرف بھی شدید فائرنگ ہو رہی تھی۔

عمران چند لمحوں تک حالات کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر وہ آفیسر سے مخاطب ہو کر بولا۔

"میرا خیال ہے کہ ٹیئر گیس کے شیل استعمال کئے جائیں۔"

"جی ہاں۔ میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں کیونکہ جس بے دردی سے وہ فائرنگ کر رہے ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے پاس کافی ایمونیشن ہے۔"

"تو پھر اپنے جوانوں کو حکم دیجئے کہ آنسو گیس کے شیل استعمال کریں میں دوسری طرف جا رہا ہوں۔"

عمران کہتا ہوا دوسری طرف دوڑ گیا۔

اس کے تقریباً دس منٹ بعد کلب پر آنسو گیس کے شیل پھینکے جانے لگے۔

اس کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہوا۔ کلب کی طرف سے فائرنگ میں کمی آ گئی۔

اور۔

کچھ دیر بعد فائرنگ کرنے والے کھانستے اور آنسو بہاتے ہوئے مختلف راستوں سے باہر نکلنے لگے۔

سیکورٹی فورس کے جوان ان کے استقبال کے لئے تیار کھڑے تھے۔

بارہ بجے تک ہنگامہ جاری رہا۔ اس فائرنگ میں چار غنڈے مارے جا چکے تھے۔

غنڈوں کا سردار دارا شدید زخمی ہوا تھا۔

کلب کے نیچے تہہ خانے میں سے تقریباً پچاس لڑکیاں برآمد ہوئی تھیں۔

ان میں اڑتیس تو وہ تھیں جو ملک کے مختلف حصوں سے اغوا کر کے لائی گئی تھیں۔

اور۔

بارہ لڑکیاں وہ تھیں جو گاہکوں کا دل بہلانے کے لئے کلب میں ملازم رکھی گئی تھیں۔

عمران کلب کا جائزہ لے کر اس جگہ آ گیا جہاں تمام مجرموں کو جمع کیا گیا تھا۔ وہیں زخمی حالت میں دارا بھی موجود تھا۔

"دارا۔ دارالحکومت کا ایک غنڈہ شاہو تمہارا ایک شکار لے اڑا تھا اور تمہیں اس کی تلاش تھی اور آج شاہو ایک دوسرے بھیس میں تمہیں بالکل تباہ کر کے جا رہا ہے۔ آئندہ تم اس قابل نہیں رہو گے

کہ دارا نائٹ کلب جیسا کوئی اڈہ قائم کر سکو۔"

"تت۔ تم۔"

دارا غرایا۔

"شاہو کا دوسرا روپ۔ اب جیل میں تمہاری زندگی بڑے آرام سے گذرے گی۔"

عمران مسکرایا۔

دارا کی آنکھیں شعلے برسانے لگیں۔ لیکن عمران مسکراتا ہوا وہاں سے ہٹ گیا۔

"آفیسر! اب سارا انتظام آپ کے سپرد ہے۔ ہم جا رہے ہیں۔ اور ہاں۔ ملک بھر میں پھیلے ہوئے ان کے ایجنٹوں کی گرفتاری کے لئے آج رات ہی بندوبست کریں۔ صبح کوئی بھی اپنے ٹھکانے پر نہیں ملے گا۔"

"بہتر۔ میں کچھ دیر بعد ہی تمام علاقوں سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔" آفیسر نے جواب دیا۔

اور۔

عمران، ظہیر عباس کے ساتھ ایک طرف چل دیا۔ اشرف اور ان کے دوسرے ساتھی بھی ان کے ساتھ مل گئے اور وہ سب صرافہ بازار سے نکل کر شہر کی طرف جا رہے تھے۔

اس سے اگلے روز۔!

عمران بکونی کے ساتھ دارالحکومت روانہ ہوگیا۔ دوپہر کو وہ دارالحکومت پہنچ گئے۔

عمران فلیٹ جانے کی بجائے بکونی کے ساتھ اس ہوٹل میں پہنچ گیا جہاں بکونی کے قبیلے کا سردار اور اس کے ساتھی ٹھہرے ہوئے تھے۔

بکونی کمرے میں داخل ہوتے ہی سردار ہوگو سے لپٹ گئی۔ اسوقت وہاں جاپان، کیٹو اور لیوش بھی موجود تھے۔

لیوش ان کا پانچواں ساتھی تھا جو پرسوں ہی نیویارک سے یہاں پہنچا تھا۔ اور وہ بھی ان ہی کے قبیلے کا فرد تھا۔

سردار الجھی ہوئی نظروں سے عمران کو دیکھ رہا تھا۔ شاید وہ سوچ رہا تھا کہ بکونی گئی تو کسی اور شخص کے ساتھ تھی۔ لیکن اب اس کے ساتھ ایک اور آدمی ہے۔

بکونی شاید اس کی اس الجھن آمیز نگاہوں کا مطلب سمجھ گئی اور اس نے مجنوں کے ساتھ جانے کے بعد سے لے کر اب تک کے تمام واقعات کی

تفصیل بتا دی۔

"میں تمہارا شکر گذار ہوں نوجوان! تم نے بکونی کو بچا کر ہمارے پورے قبیلے پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ تم شریف آدمی معلوم ہوتے ہو۔ میں تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں۔"

سردار ہوگو نے اپنا ہاتھ عمران کی طرف بڑھا دیا۔ عمران نے بھی بڑی گرمجوشی کے ساتھ سردار ہوگو سے مصافحہ کیا۔

سردار نے اسے بیٹھنے کے لئے کرسی پیش کی اور ساتھ ہی کیٹو کو کسی قسم کا اشارہ کر دیا۔ اشارہ پا کر کیٹو کمرے سے باہر چلا گیا۔

کیٹو تقریباً دس منٹ بعد واپس آیا۔ اس کے ساتھ ہوٹل کا ایک ویٹر بھی چائے کی ٹرالی دھکیلتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔

ہوگو نے کیٹو کو شاید چائے لانے ہی کا اشارہ کیا تھا۔ بکونی نے چائے بنا کر ان سب میں ایک ایک کپ تقسیم کر دیا۔

"نوجوان! اس مہذب دنیا کا دستور یہی ہے کہ اپنے مہمان یا محسن کی گرم یا ٹھنڈے پانی سے تواضع کی جائے۔ اگر تم ہمارے قبیلے میں ہوتے تو ہم تمہارے اعزاز میں ایک شاندار جشن برپا کرتے۔ ہمارا قبیلہ اپنے محسنوں کی قدر کرنا خوب جانتا ہے۔" بوڑھے ہوگو نے اپنا کپ اٹھاتے ہوئے کہا

"یہ میرا انسانی فریضہ تھا سردار ہوگو۔ میں نے تم لوگوں پر کوئی احسان تو نہیں کیا" عمران بولا۔

"بہر حال مجھے خوشی ہے کہ ایک اجنبی ملک میں ہمیں ایک شریف آدمی مل

گیا ہے اور اب امید ہے کہ تم ہماری مدد کر سکو گے۔"

"ہاں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم لوگ اپنے دیوتا کی تلاش میں یہاں آئے ہو۔ تم لوگوں کا قبیلہ برازیل کے جنگلوں کے اس پار بنجر اور خشک پہاڑوں کے درمیان گھرا ہوا ہے۔ تم لوگوں کو اپنا دیوتا آس پاس کے علاقوں میں تلاش کرنا چاہیئے تھا لیکن حیرت ہے کہ تم اتنی دور کیسے پہنچ گئے۔"

"ہمیں اطلاع ملی تھی کہ ہمارے دیوتا کو اسی ملک میں لایا گیا ہے اور اب مجھے اپنے قبیلے کی ایک پرانی روایت یاد آ رہی ہے جو صدیوں پرانی ہے اور سینہ بہ سینہ ہم تک پہنچی ہے۔"

"وہ کیا۔؟" عمران سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"صدیوں سے ہمارے قبیلے میں یہ روایت چلی آ رہی ہے کہ ہزار سال بعد ہمارا دیوتا مشرق کے کسی ملک میں زندہ انسانوں کی طرح جنم لے گا اور جب وہ زندہ انسان کی صورت میں ہمارے قبیلے میں پہنچے گا تو ہم پر رحمتوں کی بارش ہو گی۔ پہاڑوں سے چشمے پھوٹ نکلیں گے۔ ہماری زمینیں سرسبز ہو جائیں گی اور عورتیں صحت مند بچوں کو جنم دیں گی۔

ہمیں یقین ہے کہ یہ صدیوں پرانی روایت ایک روز حقیقت کا روپ دھارے گی۔

اگر یہ خوش قسمتی ہمارے ہی حصہ میں لکھی ہے کہ ہم دیوتا کو زندہ حالت میں اپنے قبیلے میں لے جائیں تو ہم دنیا کے خوش قسمت ترین انسان سمجھے جائیں گے"

عمران کوئی جواب دینے کی بجائے زیر لب مسکرا دیا۔

وہ دنیا کے اکثر غیر مہذب قبائل کی ان صدیوں پرانی روایات کے متعلق جانتا تھا جن کے مطابق ان کا عقیدہ تھا کہ ان کی دیوی یا دیوتا ایک نہ ایک روز زندہ انسان کا روپ دھار کر ان کے سامنے آئے گا اور ان پر خوشحالی اور رحمتوں کی بارش کر دے گا۔ کچھہ ایسا ہی عقیدہ بونگارو قبیلے کے سردار ہوگو نے ظاہر کیا تھا۔

"اور ہاں نوجوان ۔" سردار ہوگو اچانک کچھہ یاد آجانے پر بولا۔ "تم نے ابھی بتایا تھا کہ ہمارا قبیلہ برازیل کے جنگلوں کے اس پار بنجر اور ویران پہاڑوں میں آباد ہے۔ میرا خیال ہے ہم میں سے کسی نے تمہیں یہ نہیں بتایا ہوگا کہ ہمارا قبیلہ برازیل میں کس جگہ پر آباد ہے پھر تمہیں کیسے معلوم ہوا۔ ؟"

"سردار ہوگو۔"

عمران مسکرا کر کہنے لگا۔

"میں اگرچہ تمہارے قبیلے میں نہیں گیا لیکن تمہارے قبیلے سے بہت آگے کا سفر کر چکا ہوں ۔"

"کیا مطلب ؟"

"میں بکونی کو پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ ہم قانون کے محافظ ہیں۔ قانون شکنوں کی بیخ کنی کرنا ہمارا فرض ہے۔ کئی سال قبل چند مجرموں ہی کے تعاقب میں مجھے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اس طرف جانے کا موقع ملا تھا جہاں عظیم انکا سلطنت کے آثار اب بھی موجود ہیں ۔"

"اوہ۔ تم وہاں تک جا چکے ہو۔" سردار ہوگو اور اس کے ساتھی حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگے۔

اس سے بھی آگے جہاں ڈونگا بونگا قبیلہ کے لوگ اپنے دشمنوں کو قتل کر کے اس کی کھوپڑی کو اتنا سکیڑ لیتے ہیں کہ وہ ایک چھوٹی گیند جتنی رہ جاتی ہے۔"

"او۔ ہ۔ تم وہاں تک گئے ہو لیکن حیرت ہے کہ تم لوگ وہاں سے زندہ کس طرح لوٹ آئے۔ ڈونگا بونگا قبیلہ کی خونخواری تو پورے برازیل میں مشہور ہے۔"

"میں نہ صرف خود لوٹ آیا بلکہ ان کے قبضہ سے ان چند مجرموں کو بھی نکال لایا جن کے تعاقب میں ہم گئے تھے۔ وہ لوگ ایک آدمی کو قتل کر کے اس کی کھوپڑی سکیڑ چکے تھے اور یہ عمل میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔"

"حیرت کی بات ہے۔ پھر تو تم اس علاقے کی کوئی نہ کوئی زبان بھی کچھ نہ کچھ سمجھتے ہو گے۔"

"میں انکا زبان مکمل طور پر بول اور سمجھ سکتا ہوں۔" عمران مسکرایا۔

"کیا واقعی۔" سردار نے انکا زبان میں پوچھا۔

"بالکل۔ اور اب ہم اسی زبان میں گفتگو کریں گے۔" عمران نے مسکرا کر جواب دیا۔

سردار ہوگے اور اس کے ساتھیوں کے چہروں پر حیرت کے تاثرات مزید گہرے ہو گئے۔ ساتھ ہی ان کے چہروں پر خوشی کی جھلک بھی تھی۔

"یہ تو بہت اچھا ہوا کہ تم مل گئے۔ یہیں اس اجنبی زبان میں گفتگو کرتے ہوئے عجیب سی الجھن ہوتی ہے۔ کم از کم تمہارے ساتھ تو ہم اپنے علاقے کی ایک زبان میں گفتگو کر سکیں گے۔"

"ہاں ہاں۔ کیوں نہیں۔" عمران نے کہا۔

اور۔

پھر وہ انکا زبان ہی میں گفتگو کرتے رہے۔ عمران دو گھنٹے تک ان کے پاس بیٹھا باتیں کرتا رہا۔

سردار ہوگوا سے اپنے سورج دیوتا کی چوری کی داستان سناتا رہا۔

اس نے ایک بار اس عقیدہ کا پھر اظہار کیا کہ ممکن ہے انہیں اسی ملک میں ان کا دیوتا زندہ انسان کی صورت میں مل جائے۔

عمران ان کے اس عقیدے پر دل ہی دل میں مسکرا دیا۔

کچھ دیر مزید وہاں بیٹھنے کے بعد دوبارہ ملاقات کا وعدہ کر کے اپنے فلیٹ چلا گیا۔

تین چار روز گزر گئے۔ اس دوران بکونی یا اس کے ساتھیوں سے بھی عمران نہیں مل سکا تھا۔

چوتھے روز وہ فلیٹ سے نکل کر دانش منزل پہنچ گیا۔ ان دنوں کوئی کیس تو نہیں تھا۔ سوچا تھا کہ بلیک زیرو کے ساتھ کوئی تفریحی پروگرام بنائے گا۔

لیکن۔

بلیک زیرو نے کسی اور کام میں مصروفیت کے باعث صاف انکار کر دیا

جس کی وجہ سے عمران کو مجبوراً صفدر کے فلیٹ کا رخ کرنا پڑا۔

جب وہ صفدر کے فلیٹ پر پہنچا تو رات کے نو بج رہے تھے اور صفدر کہیں باہر جانے کی تیاری کر رہا تھا۔"

"کیوں بھائی۔ یہ گلفام ساچہرہ لے کر کہاں جانے کی نیت باندھی ہے۔" عمران اسے کہیں جانے کے لئے تیار دیکھ کر بولا۔

"پیٹ پوجا کرنے جا رہا تھا۔ چلئے اچھا ہوا آپ بھی آگئے۔"

صفدر مسکرایا۔

"یہ پوجا پاٹھ تو ہم سے نہیں ہو سکے گی۔ کچھ کھانے پینے کی بات ہو تو چلوں۔"

"میں نے کھانے پینے ہی کی بات کی تھی۔"

"تو پھر۔ بسم اللہ۔ چلو آگے بڑھو۔"

وہ دونوں فلیٹ سے باہر نکل آئے۔

صفدر نے تالا لگا کر چابی جیب میں ڈالی اور عمران کے ساتھ بلڈنگ سے نکل کر باہر آگیا۔ گیٹ کے سامنے ہی عمران کی ٹوسیٹر کھڑی تھی۔

"کس طرف چلوں پیارے بھائی۔"

عمران نے ٹوسیٹر اسٹارٹ کرتے ہوئے پوچھا۔

"جہاں آپ کا جی چاہے۔"

میرا تو جی چاہتا ہے کہ لیڈو میں چلا جائے لیکن سارا بوجھ تمہاری جیب کو برداشت کرنا پڑے گا۔"

"چلیے۔ میں نے کب کہا ہے کہ آپ برداشت کریں۔ ویسے آپ کی ہمشیرہ محترمہ بھی آج کل رات کا کھانا لیڈو ہی میں تناول فرماتی ہیں۔"

صفدر شرارت آمیز لہجہ میں بولا۔

"ہمشیرہ محترمہ۔ یعنی کیا مطلب؟"

"مطلب۔ عمرانہ سے ہے۔ میں اسے کئی روز سے لیڈو میں آتے دیکھ رہا ہوں۔ کل رات اس کے ساتھ ایک غیر ملکی بھی تھا۔"

"اماں۔ او بھائی۔ خبردار۔ اگر تم نے اس پر کوئی بہتان لگانے کی کوشش کی تو۔ ہاں ورنہ۔ مجھ سے اچھا کوئی نہ ہوگا۔"

"میں نے کوئی بہتان تو نہیں لگایا۔"

"تو پھر۔ یہ کہنے کا کیا مقصد کہ گذشتہ رات اس کے ساتھ ایک غیر ملکی تھا۔"

"ہوسکتا ہے اسے اس غیر ملکی پر کسی قسم کا شبہ ہو۔ اور وہ اس سے مل بیٹھ کر اپنے شبہ کی تصدیق یا تردید چاہتی ہو۔"

صفدر بولا۔

"اوہ۔ ہوسکتا ہے۔ میں تو یہ ہی سمجھا تھا کہ تمہاری گفتگو میں رقابت کے جذبات کارفرما ہیں۔"

"ایسی کوئی بات نہیں عمران صاحب! میرے سینے میں بھی عمرانہ کے لئے وہی جذبات ہیں جو آپ کے سینے میں ہیں۔"

صفدر مسکرایا۔

WaqarAzeem Pakistanipoint.com

"واقعی۔ پھر تو تم بہت نیک پتر ہو۔"

"کیا یہ کسی نئی فلم کا نام ہے۔"

صفدر نے مسکرا کر پوچھا۔

"کیا مطلب؟"

عمران سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"آج کل فلمیں بھی تو ایسے ہی ناموں سے بن رہی ہیں۔ ماں پتر۔ بیوپتر دھی پتر۔ کھوتے دا پتر۔ ابھی کل ہی گھوڑے دا پتر ریلیز ہوئی ہے جس میں گھوڑے خان ہیرو کا کردار ادا کر رہا ہے۔ عام لوگ اسے سرور جہاں کا بدمعاش پتر کہہ رہے ہیں۔"

"میں نے تمہاری تعریف کی تھی لیکن نئی ریلیز ہونے والی فلم کا نام نہیں بتایا تھا۔"

عمران نے اسے گھورا۔

"شکریہ۔ آپ کے منہ سے میرے لئے کبھی تعریف و توصیف کے کلمات نکلے۔"

صفدر جواب میں مسکرایا۔

"بس اب خاموشی سے بیٹھو۔ زیادہ اینٹھو گے تو میری زبان کا رخ بھی بدل سکتا ہے۔ میں یہ بھی نہیں سوچوں گا کہ تم اپنی گرہ سے کھانا کھلانے کے لئے مجھے لیڈو لے جا رہے ہو۔"

عمران کی اس دھمکی پر صفدر خاموش ہو گیا۔ باقی راستہ خاموشی

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

ہی سے کٹا۔

عمران سیدھا لیڈو جانے کی بجائے ٹوسیٹر کو مختلف سڑکوں پر گھماتا رہا۔

دس بجے کے قریب اس نے ٹوسیٹر کا رخ لیڈو کی طرف موڑ دیا۔ لیڈو کے کمپاؤنڈ میں ٹوسیٹر پارک کرنے کے بعد عمران نے نظریں گھما کر ادھر ادھر دیکھا۔

صفدر نے بتایا تھا کہ عمرانہ آج کل روزانہ یہاں آ رہی ہے لیکن پارکنگ میں عمرانہ کی گاڑی نظر نہیں آ رہی تھی۔

وہ دونوں پارکنگ سے نکل کر ہال کی طرف بڑھ گئے۔ دروازے پر موجود دربان نے سلام کرنے کے بعد دروازہ کھول دیا۔ وہ دونوں اندر داخل ہو گئے۔

پورے ہال میں صرف دو تین میزیں خالی نظر آ رہی تھیں۔ وہ دونوں کچھ دیر تک دروازے کے قریب ہی کھڑے ہال کا جائزہ لیتے رہے۔

پھر۔

کونے میں ایک خالی میز کی طرف بڑھ گئے۔

ان کے میز پر بیٹھنے کے دو تین منٹ بعد ہی ویٹر مینو لے کر پہنچ گیا۔

اور۔

عمران نے مینو چیک کرنے کے بعد اسے لمبا چوڑا آرڈر نوٹ کروا دیا۔

صفدر بدحواسی کے انداز میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

کیونکہ!

عمران نے جو آرڈر نوٹ کروایا تھا وہ چھ آدمیوں کے لئے بھی بہت زیادہ تھا۔

"اس طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کیا دیکھ رہے ہو۔ کیا تمہارے پاس اتنے پیسے نہیں کہ بل ادا کر سکو۔"

"بل کی بات نہیں عمران صاحب! میں سوچ رہا ہوں کہ اتنا کھانا کون کھائے گا۔"

"کھانا آنے دو پھر دیکھنا کہاں جاتا ہے۔"

عمران مسکرا کر بولا۔

تقریباً دس منٹ بعد ویٹر کھانا لے آیا اور وہ دونوں خاموشی سے کھانا کھانے لگے۔

عمران اس انداز سے کھانے پر لمبے لمبے ہاتھ مار رہا تھا جیسے وہ کئی وقت کا بھوکا ہو۔

کھانا کھاتے ہوئے عمران کی نظر اچانک ہی ہال کے داخلی دروازے کی طرف اٹھ گئی۔

اور۔

منہ کی طرف جاتا ہوا لقمہ راستہ ہی میں رک گیا۔

دراصل۔

بات ہی کچھ ایسی تھی۔

ہال کے دروازے سے بکونی، سردار ہوگو اور لیوش اندر داخل ہوئے تھے۔

اور۔

ان کے ساتھ جوزف تھا۔ جوزف جو عورت کا نام سن کر ہی بدکتا تھا۔

اس نے بکونی کی کمر میں ہاتھ ڈال رکھا تھا۔

بکونی۔ سردار ہوگو اور لیوش کے چہروں پر خوشی اور طمانیت کے آثار نمایاں تھے۔

اور۔

وہ کبھی کبھی جوزف کی طرف بھی دیکھ لیتے تھے۔ ان کی نگاہوں میں عقیدت کی جھلک صاف نظر آ رہی تھی۔

وہ چاروں ایک خالی میز کے گرد جا کر بیٹھ گئے۔

عمران نے معنی خیز انداز میں جوزف کی طرف دیکھا۔ پھر لقمہ منہ میں ڈال کر ان چاروں کی طرف دیکھنے لگا۔ جوزف کو ان کے ساتھ دیکھ کر اس کے ذہن میں سینکڑوں سوالات ابھر رہے تھے اور ان میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ

"کیا بونگارو قبیلہ کا سورج دیوتا ایک زندہ انسان کا روپ دھار چکا ہے۔ کیا جوزف انکا دیوتا ہے۔؟

"ختم شد"

اس کے بعد پڑھیئے ناول

قاتل کی تلاش

Pakistanipoint
Waqar Azeem
WaqarAzeem Pakistanipoint.com

عمران سیریز کے ناولوں میں ایک یادگار ناول

# جعلی ایجنٹ

مصنف ـــــــــــ ابن صفی

- تاریک رات اور موت کے قدموں کی آہٹ۔
- موت جو قدم قدم عمران کی طرف بڑھ رہی تھی اور عمران اس سے بے خبر گیت الاپ رہا تھا نغمے سنا رہا تھا... دفعتاً دھماکہ ہوا اور ہر چیز تباہ ہو گئی اور عمران۔؟
- عمران جس کی سرکوبی کے لئے گیا تھا وہ جعلی نکلا۔ اور اسکے ساتھ ہی عمران ان درندوں میں گھر گیا جو موت کے ہرکارے کہلاتے تھے۔ کیا وہ بچ نکلا۔؟
- جعلی ایجنٹ کون تھا اور عمران کو پھانس کر موت کے منہ میں کیوں بلایا گیا تھا۔؟

سنسنی سسپنس اور ایکشن سے بھرپور عمران کا مکمل ناول

آج ہی طلب کیجئے

خط و کتابت و آرڈر بھیجنے کا پتہ

**ایوب اکیڈمی** پوسٹ بکس نمبر ۲۶۳۳ لیاقت آباد کراچی ۱۹